ایڈیٹر
یوسف سہیل شوق

جون ۱۹۸۸ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

احسان ۱۳۶۷ ھش

جون ۱۹۸۸ء

قیمت: ماہانہ ۲ روپے ۵۰ پیسے سالانہ ۲۵ روپے

ایڈیٹر

یوسف سہیل شوق

اس شمارہ میں!

پبلشر: مبارک احمد خالد ؛ پرنٹر: قاضی منیر احمد ؛ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ "خالد" دار الصدر جنوبی - ربوہ

حضرت بانیٔ سلسلہ کا شیریں منظوم کلام!

کِس قدر ظاہر ہے نور اس مبداء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالَم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر مَیں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا

اُس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کِس سے کھُل سکتا ہے پیچ اِس عقدۂ دشوار کا

تیرے ملنے کے لیئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اِس ہجر کے آزار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

جواہر پارے

مسیح پاک کی زندگی کا ایک دلکش باب

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا طریقِ دعا!

حضور کا پاکیزہ طرزِ عمل حضور ہی کی زبانِ مبارک سے

حضرت مولوی نورالدین صاحب کے لئے دعا

حضرت مولوی نورالدین صاحب کی بیماری کے موقع پر حضور نے فرمایا:۔

"مولوی صاحب کے واسطے دعا کرتے کرتے یہاں تک اثر ہوا کہ ہمیں خود بھی دست لگ گئے۔"

(ملفوظات جلد نہم ص۳۴۳)

دعا اور موت

"یہ مت سمجھو کہ دعا صرف زبانی بک بک کا نام ہے بلکہ دعا ایک قسم کی موت ہے جس کے بعد زندگی حاصل ہوتی ہے۔ جیساکہ پنجابی میں ایک شعر ہے ؎

جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا

دعا میں ایک مقناطیسی اثر ہوتا ہے وہ فیض اور فضل کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔"

(ملفوظات جلد دہم ص۶۲)

جو جتنا قریب ہوتا ہے

"جو خط آتا ہے میں اُسے پڑھ کر اُس وقت تک ہاتھ سے نہیں دیتا جب تک دعا نہ کر لوں کہ شاید موقعہ نہ ملے یا یاد نہ رہے۔ مگر دعا دو قسم کی ہے۔ جو اس کوچہ میں داخل ہووے وہی خوب سمجھتا ہے۔ ایک معمولی ایک شدت توجہ سے۔ اور یہ آخری صورت ہر دعا میں میسّر نہیں آتی۔ سوز اور قلق کا پیدا ہونا اپنے اختیار میں نہیں۔ کوئی مخلص ہو تو اس کے لیئے خود ہی دعا کرنے کو جی چاہتا ہے۔ یوں تو ہر ایک شخص جو ہماری جماعت میں داخل ہے اس کے لئے ہم دعا کرتے ہیں مگر مذکورہ بالا حالت ہر ایک کے لیئے میسّر نہیں آتی۔ یہ اختیاری بات نہیں بس جسے جوش دلانا ہو وہ زیادہ قرب حاصل کرے۔"

(ملفوظات جلد دہم ص۱۲۲)

اِس قدر دُعا جس کی حد نہیں

مولوی عبدالکریم صاحب کی علالتِ طبع کا ذکر تھا حضرت نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ :-

"مَیں نے آپ کے واسطے اِس قدر دعا کی ہے جس کی حد نہیں۔" (ملفوظات جلد ہفتم صـ۳۳۱)

دُعا کے اوقات

شیخ رحمت اللہ صاحب کو فرمایا کہ :-

"ہم آپ کے واسطے دعا کرتے ہیں آپ بھی اس وقت دعا کیا کریں۔ ایک تو رات کے تین بجے تہجّد کے واسطے خوب وقت ہوتا ہے۔ کوئی کیسا ہی ہو تین بجے اُٹھنے میں اس کے لئے ہرج نہیں اور پھر جب اچھی طرح سورج چمک اُٹھے تو اُس وقت ہم بیت الدعا میں بیٹھتے ہیں۔ یہ دونوں وقت قبولیت کے ہیں۔ نماز میں تکلیف نہیں سادگی کے ساتھ اپنی زبان میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کرے۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صـ۳۶۷)

مَوت اختیار کرو

"دعا کے واسطے بہت لوگوں کے خطوط آتے ہیں۔ ہر ایک کے لیے جو دعا کے واسطے لکھتا ہے دعا کرتا ہوں لیکن اکثر لوگ دعا کی فلاسفی سے ناواقف ہیں اور نہیں جانتے کہ دعا کے ٹھیک ٹھکانہ پر پہنچنے کے واسطے کس قدر توجہ اور محنت درکار ہے۔ دراصل دعا کرنا ایک قسم کی موت کا اختیار کرنا ہوتا ہے۔" (ملفوظات جلد ہفتم صـ۳۸۷)

دُعا سے غشی

"مَیں اتنی دعا کرتا ہوں کہ دعا کرتے کرتے ضعف کا غلبہ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات غشی اور ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل صـ۳۰۳)

دُعا کی لذّت

آجکل سخت گرمی پڑنے اور برسات کے نہ ہونے کا ذکر تھا، فرمایا :-

"ایسے وقت میں نماز استسقاء کا پڑھنا سُنّت ہے۔ میں جماعت کے ساتھ بھی سُنّت ادا کروں گا مگر میرا ارادہ ہے کہ باہر جاکر تنہائی میں نماز پڑھوں اور دعا کروں۔ خلوت میں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کرنے اور دعا مانگنے کا جو لطف ہے وہ لوگوں میں بیٹھ کر نہیں ہے۔ اور بھی دعاؤں کا ذخیرہ ہے اسی مطلب کے واسطے مَیں نے باغ میں ایک چھوٹی سی (بیت۔ ناقل) بنائی ہے جس کو..... البیت کہنا چاہیئے....."

(ملفوظات جلد ہفتم صـ۱۱۶)

بیت الدعا کی ضرورت

"چونکہ بیت الفکر میں اکثر مستورات وغیرہ اور بچّے بھی آجاتے ہیں اور دعا کا موقعہ کم ملتا ہے اس لیے ایک ایسا حجرہ اس کے ساتھ تعمیر کیا جائے جس میں صرف ایک آدمی کے نشست کی گنجائش ہو اور چارپائی بھی نہ بچھ سکے تاکہ اس میں کوئی اور نہ آسکے۔ اس طرح سے مجھے دعا کے لئے عمدہ وقت اور موقعہ مل سکے گا۔" (ملفوظات جلد پنجم صـ۲۰۵)

صبر کو انتہا تک پہنچا دو

"یاد رکھو کوئی آدمی کبھی دعا سے فیض نہیں اٹھا سکتا جب تک وہ صبر میں حد نہ کر دے اور استقلال کے ساتھ دعاؤں میں نہ لگا رہے۔ اللہ تعالیٰ پر کبھی بدظنی اور بدگمانی نہ کرے۔ اس کو تمام قدرتوں اور ارادوں کا مالک تصور کرے، یقین کرے۔ پھر صبر کے ساتھ دعاؤں میں لگا رہے۔ وہ وقت آ جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو سن لے گا اور اسے جواب دے گا۔ جو لوگ اس نسخہ کو استعمال کرتے ہیں وہ کبھی بدنصیب اور محروم نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یقیناً وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی قدرتیں اور طاقتیں بے شمار ہیں۔ اس نے انسانی تکمیل کے لئے دیر تک صبر کا قانون رکھا ہے۔ پس اس کو وہ بدلتا نہیں اور جو چاہتا ہے کہ وہ اس قانون کو اس کے لئے بدل دے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی کرتا ہے اور بے ادبی کی جرأت کرتا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بعض لوگ بے صبری سے کام لیتے ہیں اور مداری کی طرح چاہتے ہیں کہ ایک دم میں سب کام ہو جائیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی بے صبری کرے تو بھلا بے صبری سے خدا تعالیٰ کا کیا بگاڑے گا اپنا ہی نقصان کرے گا۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۰۶)

رقّت والے الفاظ کی تلاش اتباعِ سُنّت ہے

"دعا کے لئے رقّت والے الفاظ تلاش کرنے چاہئیں۔ یہ مناسب نہیں کہ انسان مسنون دعاؤں کے ایسا پیچھے پڑے کہ ان کو جنتر منتر کی طرح پڑھتا رہے اور حقیقت کو نہ پہچانے۔ اتباعِ سُنّت ضروری ہے مگر تلاشِ رقّت بھی اتباعِ سُنّت ہے۔ اپنی زبان میں جس کو تم خوب سمجھتے ہو دعا کرو تاکہ دعا میں جوش پیدا ہو۔ الفاظ پرست مخذول ہوتا ہے۔ حقیقت پرست بننا چاہئے۔ مسنون دعاؤں کو بھی برکت کے لئے پڑھنا چاہئے مگر حقیقت کو پاؤ۔ ہاں جس کو زبان عربی سے موافقت اور فہم ہو وہ عربی میں پڑھے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۳۸)

دُعا جس سے پہاڑ بھی ٹل جائے

سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی نے اپنے کسی ضروری کام کے لئے مدراس واپس جانے کے لئے اجازت طلب کی کیونکہ ان کو واپسی کے لئے تار بھی آیا تھا۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:۔

"آپ کا اس مبارک مہینہ (رمضان) میں یہاں رہنا از بس ضروری ہے۔ ہم آپ کے لئے وہ دعا کرنے کو تیار ہیں جس سے باذن اللہ پہاڑ بھی ٹل جائے۔ مَیں آجکل احباب کے پاس کم بیٹھتا ہوں اور زیادہ حصہ اکیلا رہتا ہوں۔ یہ احباب کے حق میں از بس مفید ہے۔ مَیں تنہائی میں بڑی فراغت سے دعائیں کرتا ہوں اور رات کا بہت سا حصہ بھی دعاؤں میں صرف ہوتا ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ)

دُعا کرکے مالا مال ہو جاؤ

"نماز کے اندر ہر موقعہ پر دعا کی جا سکتی ہے۔ رکوع میں بعد تسبیح، سجدہ میں بعد تسبیح التحیات کے بعد کھڑے ہو کر رکوع کے بعد بہت دعائیں کرو تاکہ مالا مال ہو جاؤ۔ چاہئے کہ دعا کے واسطے رُوح پانی کی طرح بہہ جاوے۔ ایسی دعا دل کو پاک و صاف کر دیتی ہے۔

یہ دعا میسر آوے تو پھر خواہ انسان چار پہر تک دعا میں کھڑا رہے۔ گناہوں کی گرفتاری سے بچنے کے واسطے اللہ تعالےٰ کے حضور میں دعائیں مانگنی چاہئیں۔

دعا ایک علاج ہے جس سے گناہ کی زہر دُور ہو جاتی ہے۔ بعض نادان لوگ خیال کرتے ہیں کہ اپنی زبان میں دعا مانگنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یہ غلط خیال ہے۔ ایسے لوگوں کی نماز تو خود ہی ٹوٹی ہوئی ہے۔"

(ملفوظات جلد نہم ص۵۵)

دُعا میں بے قراری کی انتہا

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے مکان کے ایک حصہ میں ہی رہتے تھے اور بڑے ذہین اور نکتہ رس بزرگ تھے روایت کرتے ہیں کہ جن دنوں پنجاب میں طاعون کا دور دورہ تھا اور بے شمار آدمی ایک ایک دن میں اس موذی مرض کا شکار ہو رہے تھے انہوں نے ایک مرتبہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو علیحدگی میں دعا کرتے سُنا اور یہ نظارہ دیکھ کر محوِ حیرت ہو گئے۔ حضرت مولوی صاحب کے الفاظ یہ ہیں:-

"اس دُعا میں آپ کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش تھی کہ سُننے والے کا پتہ پانی ہوتا تھا اور آپ اس طرح آستانۂ الٰہی پر گریہ وزاری کر رہے تھے کہ جیسے کوئی عورت دردِ زہ سے بیقرار ہو۔ میں نے غور سے سُنا تو آپ مخلوقِ خدا کے واسطے طاعون کے عذاب سے نجات کے لیے دعا فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ الٰہی اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہو گئے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔"

(سیرۃ مسیح موعود شمائل و اخلاق حصہ سوم ص۳۹۵ از شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی)

جب تک جنت میں داخل نہ کرا دیا

"اٹھارہ بیس برس کا ایک شخص نوجوان تھا وہ بیمار ہوا اور اُس کو (حضرت بانیٔ سلسلہ) کے حضور کسی گاؤں سے لے آئے اور وہ قادیان میں آپ کی خدمت میں آیا۔ چند روز بیمار رہ کر وفات پا گیا۔ صرف اس کی ضعیفہ والدہ ساتھ تھی۔ حضرت اقدس ..... نے حسب عادت شریفہ اس مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی۔ بعض کو بباعث لمبی لمبی دعاؤں کے نماز میں دیر لگنے کے چکر بھی آ گیا اور بعض گھبرا اُٹھے ...... بعد سلام کے فرمایا کہ وہ شخص جس کے جنازہ کی ہم نے اس وقت نماز پڑھی اس کے لیے ہم نے اتنی دعائیں کی ہیں اور ہم نے دعاؤں میں بس نہیں کی جب تک کہ اس کو بہشت میں داخل کرا کر چلتا پھرتا نہ دیکھ لیا۔ یہ شخص بخشا گیا..... رات کو اس کی والدہ ضعیفہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہشت میں بڑے آرام سے ٹہل رہا ہے اور کہا کہ حضرت کی دعا سے مجھے بخش دیا گیا اور مجھ پر رحم فرمایا گیا اور جنت کو میرا ٹھکانہ کیا۔"

(تذکرۃ المہدی جلد اول ص۱۱۴-۱۱۵ از پیر سراج الحق صاحب نعمانی)

نمازِ جنازہ مغرب سے عشاء تک جاری رہی

ایک مخلص دوست قادیان میں فوت ہوئے اُن کی نمازِ جنازہ کا ذکر تذکرۃ المہدی میں یوں ہے۔

"مغرب سے پہلے پہلے کفنا کے جنازہ طیار کیا گیا۔ بعد مغرب حضرت اقدس ..... نے نماز جنازہ پڑھائی۔

کئی سو نمازیں تھے۔ یہ نماز جنازہ بھی پُر کیفیت تھی۔ وہ سوز و گداز تھا کہ اللہ اکبر بیان سے باہر ہے۔ حضرت اقدس ..... نہایت درد سے بھری ہوئی آواز سے اللہ اکبر کہتے تھے۔ اتنی دیر نماز پڑھائی کہ عشاء کی نماز کا وقت قریب آگیا"

(تذکرۃ المہدی ص۲۳۳ جلد اوّل)

یاد دلانا اس کو کہتے ہیں

ایک نوجوان یوسف علی نامی کا ذکر حضرت پیر سراج الحق صاحب فرماتے ہیں کہ یہ اپنے روزگار کی ترقی کی جو مخالفوں کی طرف سے روک پڑ گئی تھی دعا حضرت اقدس ..... سے کراتے اور عریضہ بھی لکھتے رہے اور ایک عریضہ حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی مرحوم و مغفور کی خدمت میں اور ایک میرے پاس دعا کے لئے لکھتے رہے پھر تیسرے روز لکھتے رہے۔ حضرت اقدس جواب میں فرمادیتے تھے کہ ہاں دعا کی ہے اور کریں گے مطمئن رہو اور یاد دلاتے رہو۔ اور فرمایا کہ جو یاد دلاتا رہتا ہے اور تھکتا اور مایوس نہیں ہوتا وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور جو تھک کر رہ جاتا ہے وہ اپنے مطلب میں رہ جاتا ہے۔ یہی ارشادِ عالی مَیں نے یوسف علی مرحوم کو لکھ دیا۔ اس مرحوم نے ایسی یاددہانی کی کہ ہر روز ایک خط حضرت اقدس ..... اور ایک مولانا عبدالکریم ..... اور ایک میرے نام روانہ کرنے لگے۔ ایک مہینہ برابر اسی طرح لگاتار ہر روز خط آتے رہے۔ مولانا عبدالکریم ..... ایک روز مجھ سے فرمانے لگے کہ پیر صاحب تمہارے یوسف نے تو حد کر دی ہر روز ایک خط بلاناغہ آتا ہے۔ مَیں تو پڑھتے پڑھتے تھک گیا۔ جب چار ماہ برابر اسی طرح گزرے تو ایک روز مولانا عبدالکریم مرحوم نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی کہ جناب یوسف علی نے تو خط کیا لکھتے لکھتے "یاد دلاتے" ڈاک میں خطوں کا تار باندھ دیا۔ خدا کے لئے اب تو اس کے لیے خاص دعا کر دیجئے کہ وہ اپنے مطلب و مقصد کو پہنچ جاوے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہاں روزانہ خط ہمارے پاس بھی آتے ہیں اور برسوں سے ہمیں بھی خیال ہے آج ہم دعاءِ خاص کریں۔ دوسرے روز حضرت نے فرمایا لو مولوی صاحب اور صاحبزادہ صاحب ہم نے دعا کر دی اُن کو لکھ دو کہ دعا کی گئی اور قبول ہو گئی اب انشاء اللہ جلد تم اپنے مقصد کو پہنچ جاؤ گے۔ یاددہانی ہو چکی اب سوائے خیریت کے اس قدر خطوط کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت مولوی عبدالکریم مرحوم اور مَیں نے بھی لکھ دیا۔ ابھی تین روز نہ گزرے ہوں گے کہ امید سے زیادہ ترقی روزگار ہو گئی اور کوئی صورت ترقی کی نہیں تھی چاروں طرف سے روک تھی مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت کی دعا سے سب روکیں دُور کر دیں۔ الحمد للہ۔

(تذکرۃ المہدی ص۱۲۷-۲۸)

(مرتّب: مرزا خلیل احمد قمر ربوہ)

حاجتیں پوری کریں گے کیا تیری عاجز بشر

کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

(درِّ ثمین)

کوئی شخص اکیلا گھر میں ہے

(عبید اللہ علیم)

باہر کا دھن آتا جاتا اصل خزانہ گھر میں ہے
ہر دھوپ میں جو مجھے سایہ دے وہ سچا سایہ گھر میں ہے

پاتال کے دُکھ وہ کیا جانیں جو سطح پہ ہیں ملنے والے
ہیں ایک حوالہ دوست میرے اور ایک حوالہ گھر میں ہے

میری عمر کے اِک اِک لمحے کو میں نے قید کیا ہے لفظوں میں
جو ہارا ہوں یا جیتا ہوں وہ سب سرمایہ گھر میں ہے

تُو ننھا مُنّا ایک دیا میں ایک سمندر اندھیارا
تُو جلتے جلتے بجھنے لگا اور پھر بھی اندھیرا گھر میں ہے

کیا سوانگ بھرے روٹی کیلئے عزت کیلئے شہرت کیلئے
سنو شام ہوئی اب گھر کو چلو کوئی شخص اکیلا گھر میں ہے

ایک ہجر زدہ بابل پیاری تم سے جاگتے بچوں سے ہاری
اے شاعر کس دنیا میں ہے تُو تیری تنہا دنیا گھر میں ہے

دنیا میں کھپائے سال کئی آخر میں کُھلا احوال یہی
وہ گھر کا ہو یا باہر کا ہر دُکھ کا مداوا گھر میں ہے

برطانیہ میں جمعہ کی چھٹی کے لئے جماعت احمدیہ کی بابرکت مہم

۱۸۹۶ء کی یکم جنوری کی تاریخ تھی جب حضرت اقدس بانی جماعت احمدیہ نے ہندوستان پر حکمران انگریزوں سے، جن کا مذہب عیسائیت تھا، اپنا مذہبی حق مانگا اور مطالبہ کیا کہ جمعہ کے دن مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لیے چھٹی کی جائے۔ حضرت بانی سلسلہ نے ہندوستان بھر میں یہ تحریک چلائی اور مختلف ذرائع سے عیسائی انگریزوں سے اپنا مذہبی حق مانگا۔

۱۹۸۸ء کی یکم جنوری ایک اور تاریخ ساز تاریخ تھی جب حضرت اقدس بانی سلسلہ کے چوتھے جانشین حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ نے اسی انگریز کو پھر ہلانے کا عزم کیا اور اُس معاشرے میں جہاں ہفتہ اور اتوار کی چھٹی کے سوا کسی اور چھٹی کا کوئی تصور ہی نہیں ہے، اپنا مذہبی حق مانگتے ہوئے جمعہ کی چھٹی کا مطالبہ کیا۔ یا کم از کم جمعہ کی نماز کے وقت ۲ گھنٹے کی رخصت کے حق کا مطالبہ کیا۔

اللہ کے پیاروں کی ہر تحریک ناممکن دکھائی دیتی ہوئی اور ناساعد حالات میں پوری ہوتی ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے وجود کا ثبوت ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ ابھی اگرچہ اِس تحریک کو برطانیہ میں شروع کیے ہوئے چند ماہ گزرے ہیں اور لگتا ہے کہ رائے عامہ اس کے حق میں ہموار ہونی شروع ہو گئی ہے۔ اور جماعت احمدیہ کی تائید میں فرشتوں نے موافق ہوا چلانی شروع کر دی ہے۔ ایک اور معجزہ جماعت احمدیہ کے ذریعے ظہور پذیر ہونے کو ہے —— اس کا کچھ اندازہ برطانوی ذرائع ابلاغ سے ہوتا ہے جنہوں نے جماعت احمدیہ کی اِس تحریک کو نمایاں رنگ میں شائع کیا ہے اور سرکاری و نیم سرکاری اداروں نے اِس کو قبول کرنے کا رجحان بھی ظاہر کیا ہے۔

برطانیہ سے شائع ہونے والے اخبار "ایسٹین ہیرلڈ" نے اپنی ۹ سے ۱۵ فروری ۱۹۸۸ء کی اشاعت میں صفحہ اوّل پر اُوپر کے حصے میں نمایاں طور پر جو خبر شائع کی ہے اس کی کسی قدر تلخیص ذیل میں درج ہے:-

جمعہ کی چھٹی کے لئے جماعت احمدیہ کا مطالبہ

جماعت احمدیہ نے اپنی گزشتہ جنرل کونسل میٹنگ میں متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ ان کے لیے جمعہ کے دن چھٹی کا اعلان کریں تاکہ جمعہ کی فرض نماز کی

ادائیگی کی جا سکے۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ جس طرح عیسائیوں کے لیئے اتوار کا دن اُن کی عبادت کے لیئے مخصوص ہوتا ہے اور یہودی ہفتہ کے دن کو سبت کا دن قرار دے کر چھٹی کرتے ہیں تو ایسے مذہبی فرقے جو جمعہ کو اپنا مقدس دن قرار دیتے ہیں وہ اس روز اپنا مذہبی حق حاصل کرنے سے محروم ہیں حالانکہ یہ لوگ برطانیہ میں دوسرا بڑا مذہبی گروپ ہیں۔

جماعت احمدیہ برطانیہ کے ترجمان مسٹر رشید احمد چوہدری۔ نے جمعہ کے دن کی فضیلت بتاتے ہوئے کہا کہ ہمارے عقیدے کے مطابق ہر احمدی پر فرض ہے کہ جمعہ کے دن تمام کاروبار بند رکھے اور جمعہ کی نماز ادا کرنے جائے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خاص طور پر تاکید کی ہے۔ جمعہ کی عبادت کوئی عام عبادت نہیں ہے بلکہ یہ سب سے اہم مذہبی عبادت ہے بلکہ اس کی اہمیت عیدوں کے دو مقدس دنوں سے بھی زیادہ ہے۔ اس لیئے جماعت احمدیہ یہ مطالبہ کرتی ہے کہ حکومت جلد از جلد ایسا قانون بنائے جس کے تحت جمعہ کو مذہبی دن قرار دینے والوں کے لیئے چھٹی کا اعلان کیا جائے تا کہ ان لوگوں کے ساتھ برطانیہ میں جو مذہبی ناانصافی ہو رہی ہے اس کو دُور کیا جا سکے۔ تاہم جب تک ایسا قانون نہیں بن جاتا عبوری طور پر ایسا انتظام کیا جائے کہ جمعہ پڑھنے والوں کو جمعہ کے روز کم از کم چار گھنٹے کی رخصت عطا کی جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس وقت کی کمی کو پورا کرنے کے لیئے ہم کسی اَور دن کام کرنے کو تیار ہیں۔ چونکہ جمعہ کا دن ہمارے بچوں کی روحانی تعلیم و تربیت کے لیئے بھی ضروری ہے اس لیئے تعلیمی اداروں سے بھی ہماری درخواست ہے کہ وہ ہمارے بچوں کو جمعہ کے دن کی نصف دن کی رخصت عطا کریں۔ (تراشہ بشکریہ از مکرم عبدالمالک صاحب نمائندہ خالد لاہور)

اس کے علاوہ جن اخبارات نے جماعت احمدیہ کی اس مہم کی تفصیلات شائع کی ہیں اُن میں ٹیلیگراف اینڈ آرگس ۱۲ر فروری ۱۹۸۸ء، جنگ ۱۷ر فروری اور ۲۳ر فروری ۱۹۸۸ء، انڈیا ابروڈ۔ یو ایس اے ۲۶ر فروری ۱۹۸۸ء اور ایشین ٹائمز ۱۲ر فروری ۱۹۸۸ء شامل ہیں۔

اس کے علاوہ اَور بھی بعض اخبارات نے یہ خبریں شائع کی ہیں۔ اور سرکاری اداروں نے ان کے ساتھ ہمدردانہ رویہ اختیار کیئے جانے کی ہدایت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت امام جماعت احمدیہ کی اس تازہ مہم کو محض اپنے فضل و کرم سے کامیاب کرے۔ احباب جماعت عموماً اور خدام سے خصوصاً درخواست ہے کہ اپنی بھرپور دعاؤں کے ذریعے اس مہم کی کامیابی میں پیارے حضور کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے محبوب آقا کی ہر سکیم کو غیر معمولی کامیابی عطا کرے۔ آمین۔

مجبوب آقا حضرت امام جماعتِ احمدیہ کے روح پرور خطبات

غریب کے دکھ کا احساس اس طرح کرو کہ اُن پر خرچ کر کے خود غریب ہو جاؤ

اگر کوشش اور عمل نہ ہو تو زبانی استغفار بے معنیٰ ہے

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔ حضور انور تمام احباب جماعت کو محبت بھرا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بھجواتے ہیں۔

(خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

حضور نے فرمایا صبر، صداقت، قنوت اور انفاق فی سبیل اللہ مومن کی چار صفات ہیں۔ ان صفات کو اختیار کرنے کے بعد مومن لوگ صبح کے وقت خدا سے بخشش طلب کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ بخشش طلب کرنے کے لئے صبح کا وقت ضروری نہیں ہے بلکہ ہر وقت استغفار کرنا چاہیئے۔ ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ انسان جس قسم کے خیالات کے ساتھ رات بسر کرتا ہے صبح اُٹھ کر سب سے پہلے وہی خیال اُس کے ذہن میں آتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مومن بندے صرف جاگتے ہوئے ہی استغفار نہیں کرتے بلکہ سوتے ہوئے بھی اُن کے لاشعور میں استغفار کا مضمون گھومتا رہتا ہے اس لئے جب جاگتے ہیں تو سب سے پہلے استغفار کا تصور اُن کے ذہن میں اُبھرتا ہے اور استغفار شروع کر دیتے ہیں۔

حضور نے فرمایا۔ استغفار کے ساتھ صبر و صداقت، قنوت اور انفاق فی سبیل اللہ کی صفات کا ذکر اس لئے آتا ہے کہ دراصل استغفار کا تعلق انسان کے عمل اور کوشش سے ہے۔ اگر کوشش اور عمل نہ ہو تو استغفار بے معنیٰ ہو جاتا ہے۔ وہ مومن صرف زبان سے واغفرلنا ذنوبنا ہی نہیں کہتے بلکہ اُن کے اعمال بتاتے ہیں کہ اُن کی توجہ نیک اعمال بجا لا کر گناہ بخشوانے کی طرف لگی ہوئی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ صفاتِ حسنہ جن کا استغفار سے گہرا تعلق ہے اور جو استغفار کی دعا کو تصور کی دنیا سے وجود کی دنیا میں لاتی ہیں وہ صبر، صداقت، قنوت اور انفاق فی سبیل اللہ ہیں بیان ہوئی ہیں۔

حضور نے فرمایا۔ صبر سے مراد صرف غموں اور دکھوں پر صبر کرنا ہی نہیں بلکہ نیکیوں پر قائم رہنے اور گناہوں سے بچنے کا نام یہاں صبر ہے۔ اس لئے سچائی کا اگرچہ ہر نیکی کے ساتھ گہرا تعلق ہے مگر استغفار کے ساتھ اس

کا بہت گہرا تعلق ہے۔ وہ شخص جو سچّا ہو وہ اپنی کمزوریوں کے بارہ میں بھی سچائی اختیار کرتا اور اعترافِ گناہ کی توفیق پاتا ہے جبکہ جھوٹے کو اعترافِ گناہ کی توفیق ہی نہیں ملتی۔ یہ لوگ اپنی کمزوریوں سے باخبر رہتے ہیں۔ اُن کے اندر اتنی سچائی پائی جاتی ہے کہ اُن کمزوریوں کو خدا کے حضور خوب کھول کر پیش کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ اگر اس مضمون کو آپ سمجھ جائیں تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ کیا وجہ ہے کہ بہت سے استغفار کرنے والے استغفار کا جواب نہیں پاتے۔

حضور انور نے فرمایا کہ قنوت کا مطلب ہے کہ ان لوگوں کے اندر بہت ہی زیادہ عجز پایا جاتا ہے۔ اب صدق کا وہ مضمون جو میں نے اُوپر بیان کیا ہے اگر قنوت سے ملایا جائے تو مضمون اَور واضح ہو جاتا ہے۔ جو یہ ہے کہ جب یہ لوگ اپنے گناہوں پر غور کرتے ہیں اور صداقت کے ساتھ اُن کو محسوس کرتے ہیں تو اُن کے سارے تکبر ختم ہو جاتے ہیں اور وہ قیام کرتے ہوئے بھی خدا کے حضور بچھ جاتے ہیں، اُن کی رُوح پر سجدہ کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ سو صداقت کے نتیجہ میں احساسِ گناہ پیدا ہوتا ہے اور اس احساس کے نتیجہ میں وہ عجز پیدا ہوتا ہے جو سچّا استغفار پیدا کرتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ چوتھی صفت اِن مومن بندوں کی یہ ہے کہ وہ مُنفقین ہیں۔ توبہ کے مضمون کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ شامل ہے۔ اور گناہوں کے کفّارے کے لیئے مخلوق کی بھلائی کے مضمون کا تعلق ہے کیونکہ خدا بخشش چاہنے والے کے دل میں اپنے بھائی کے لیئے ہمدردی اور نیک جذبات نہ ہوں تو اُن کے استغفار میں طاقت پیدا نہیں ہوتی۔ اس لیئے مومنوں کا فیض عام ہوتا ہے اور وہ اپنے بھائیوں کی کمزوریوں کو دُور کرنے کی کوشش کرتے اور اُن کے دُکھ بانٹنے کے لیئے خرچ کرتے ہیں۔ صرف غریب کے دُکھ کا احساس ہی زبان سے نہیں کرتے بلکہ اُن پر خرچ کر کے خود بھی غریب ہو جاتے ہیں۔

حضور نے فرمایا مُنفقین کا لفظ بڑا وسیع ہے۔ اس میں غرباء کی خبرگیری، تعلیم قرآن، بیمار کی تیمارداری وغیرہ بھی آجاتی ہے۔ ایسے ڈاکٹرز بھی منفقین میں شامل ہو جاتے ہیں جو محض اپنی فیس کے لیئے نہیں بلکہ تکلیف دُور کرنے کے لیئے کسی کی مرض کے متعلق محنت کر کے اُس کے لیئے شفا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ گناہوں کے اعتراف کے لیئے رُوشن ضمیری بہت ضروری ہے اسلیئے یہ اندرونی روشنی حاصل کرنے کی کوششیں کرتے رہا کریں ؏

بکثرت اِستغفار سے ہر قسم کے مادی فائدے حاصل ہوتے ہیں

استغفار سے اسی طرح آرام ملتا ہے جس طرح نیند سے تھکے ہوئے جسم کو آرام ملتا ہے

(خلاصہ خطبہ جمعہ مؤرخہ ۶ رمئی ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

حضور نے گزشتہ جمعہ بیان فرمودہ استغفار کے مضمون کا تسلسل جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ جن کی راتیں جاگ کے کٹتی ہیں اُن کی صبحیں بھی اُن کے آرام کے لیئے نہیں آتیں بلکہ وہ صبح کو بھی استغفار میں لگ جاتے ہیں۔ تو یہ خدا کے بندے عجیب ہیں کہ استغفار میں ہی ان کو آرام جان ملتا ہے۔ اور امر واقعہ یہی ہے کہ ایک مومن کو استغفار میں اسی طرح آرام جان ملتا ہے جس طرح ایک تھکے ہوئے بدن کو نیند میں آرام ملتا ہے۔

حضور نے فرمایا ایک انسان کا صدق اس کو دوسرے کو دیکھنے اور سمجھنے کی توفیق دیتا ہے اور اُس کے آئینے میں پھر اپنی ذات کو بھی مشاہدہ کرنے کی توفیق بخشتا ہے۔ صدق کے ساتھ صرف دوسرے کو دیکھنے کے ساتھ استغفار کا مضمون پیدا نہیں ہوتا بلکہ خود اپنے آپ کو بھی دیکھنے سے یہ مضمون آتا ہے۔ مثلاً ایک مقرر جو آپ کو نصیحت کرتا ہے اور آپ اس کے اعمال سے خوب واقف ہیں کہ بے عمل ہے۔ اگر آپ اسکی کمزوری پر نظر رکھیں اور خود اپنا محاسبہ نہ کریں تو استغفار کی توفیق نہیں ملتی۔ لیکن اگر وہ اپنے حال پر بھی توجہ کرے تو اسے حقیقی استغفار کی توفیق عطا ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر وہ مقرر دوسروں کو نصیحت کرنے کے ساتھ اپنی ذات میں بھی ڈوب کر اپنی کمزوریوں اور خطاؤں کا جائزہ لے تو اس کو پتہ چلتا ہے کہ مجھ پر اس سُوئی کی مثال صادق آتی ہے جو دوسروں کے لیئے کپڑا سی کر ان کے تن ڈھانپتی ہے لیکن وہ خود ننگی ہے۔

حضور نے فرمایا یہ مضمون ساری زندگی پر ایک ساتھ چلتا ہے حتیٰ کہ انبیاء کے ساتھ بھی کیونکہ اُن کا محاسبۂ نفس کا پیمانہ نہایت بلند اور لطیف ہوتا ہے۔ اس لیئے وہ جس استغفار میں داخل ہوتے ہیں عام بندے اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے اور جہالت کی وجہ سے اُن پر ہنستے ہیں۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار پر گزشتہ چند صدیوں میں عیسائی پادریوں نے بہت اعتراض کیئے۔

حضور انور نے فرمایا کہ استغفار کیا چیز ہے۔ یہ اُس آلے کی مانند ہے جس کی راہ سے طاقت اُترتی ہے اور تمام راز توحید کا اسی سے وابستہ ہے کہ عفت کو انسان کی ایک مستقل جائیداد قرار نہ دیا جائے۔ حضور انور نے فرمایا کہ انبیاء کو بھی خدا تعالیٰ سے ایک عصمت عطا ہوتی ہے اور اُن کو بھی خدا کی اس عطا کی حفاظت اور دوام کے لیئے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں اور عبادتیں کرنی پڑتی ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ عصمتِ کلی انبیاء کا حصہ ہے اور دیگر انسان جزوی عصمت رکھتے ہیں۔ وہ بعض گناہوں سے تو محفوظ ہوتے ہیں مگر بعض اَور کمزوریوں سے محفوظ نہیں ہوتے۔ بعض زبان کی تیزی کی مار کھاتے ہیں، بعض خود پرستی کا شکار ہوتے ہیں، بعض غصے کے تیز ہوتے ہیں اُن کو بھی استغفار کے ذریعے اس جزوی عصمت کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ اور خدا سے مزید عصمت ملتے رہنے کی دعا کرتے رہنا چاہیئے ورنہ عطا شدہ عصمت کو خطرہ لاحق رہے گا۔

حضور انور نے فرمایا کہ یہ جو استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ کثرت سے پڑھنے کا حکم ہے اس کی مراد یہ ہے کہ انسانی کمزوریوں اور غلطیوں کی وجہ سے انسان کو گویا ایک قسم کی ذنب یعنی دُم لگ جاتی ہے جو کہ حیوانی عنصر ہے اور یہ انسان کے لیئے بدنما اور اس کی خوبصورتی کیلئے ناموزوں

ہے۔ پس یہ حکم ہے کہ انسان بار بار یہ دعا مانگے اور استغفار کرے تاکہ اس حیوانی دُم سے بچ کر اپنی انسانی خوبصورتی کو قائم رکھ سکے اور ایک مکرم انسان بنا رہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ استغفار کا مضمون اتنا وسیع ہے کہ اس کے صرف روحانی فوائد ہی نہیں بلکہ اس کے فوائد انسانی زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہیں۔ بکثرت استغفار سے آپ کو ہر قسم کے مادی فائدے بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس لئے اپنی دعاؤں میں استغفار کو غیر معمولی طور پر پیشِ نظر رکھا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔

دُعا کریں کہ سُو زبانوں میں ترجمۂ قرآن کریم کا کام کامیابی سے انجام پائے

آئندہ صدی میں داخل ہونے سے پہلے بُرائیوں کی سب کینچلیاں اُتار پھینکیں

(خلاصہ خطبہ جمعہ بتاریخ ۱۳ر مئی ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

حضور نے فرمایا سچی عبادت کرنے والوں اور ظاہری عبادت کرنے والوں کے درمیان ایک فرق یہ ہے کہ سچی عبادت کرنے والے جب بات سُنتے ہیں تو توجہ سے سُنتے ہیں اور اس کے بہترین حصے پر عمل کرتے ہیں۔ یہاں عام مراد یہ ہے کہ وہ ہر بات سُنتے ہیں اور جو مفید ہو اُنہیں الحکمۃ ضالۃ المؤمن کے ارشادِ نبوی کے تحت اپناتے ہیں اور بُری باتوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور خاص معنیٰ یہ ہوں گے کہ وہ نیکی کی باتیں سُنتے ہیں اور پھر ادنیٰ نیکیوں پر راضی نہیں ہوتے بلکہ اعلیٰ درجوں کی نیکیوں کو اختیار کرتے ہیں۔

حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا یہ بے حد احسان ہے کہ اس نے حضرت بانیٔ سلسلہ کو جو جماعت عطا فرمائی ہے اس پر یہ بات بالکل صادق آتی ہے اور ان کو آپ کے منکرین سے ممتاز کرتی ہے۔ دوسرے لوگ بدی کی باتوں کی طرف بھاگ کر جاتے ہیں اور نیکی کی باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ بعض احباب جماعت نے جمعہ کے بارے میں میری تحریک پر ایسے جذبے سے عمل کیا کہ انہوں نے جمعہ کی خاطر نوکریاں تک چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے بدلہ میں بہتر ملازمتیں عطا فرمائیں۔

حضور نے فرمایا روزے کی طرف خاص توجہ دینے کی تحریک پر ساری دنیا کی جماعتوں سے خوشکن رپورٹس

آئی ہیں۔ بعض نوجوانوں نے زندگی میں پہلی بار روزے رکھے اور سارے کے سارے ہی رکھے۔ چنانچہ ایسے بعض نوجوانوں کے چہرے جو فاقے اور تکلیف سے سُتے سُتے دکھائی دیتے تھے بہت ہی پیارے لگتے تھے اور اُن کے لیئے دل سے دعائیں نکلتی تھیں۔

حضور نے فرمایا یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ یہ رمضان المبارک احمدیت کی پہلی صدی کا آخری رمضان المبارک ہے اس لیئے یہ بہت خصوصیت کا حامل ہے۔ پھر یہ جو آج جمعۃ الوداع ہے اور یوں یہ احمدیت کی پہلی صدی کا آخری جمعۃ الوداع ہے۔ پھر لیلۃ القدر ہے۔ اس کے لیئے کوئی معین رات تو نہیں مگر ۲۷ ویں رات میں بکثرت لیلۃ القدر کے نظارے دیکھنے میں آتے ہیں اس لیئے اس میں خصوصیت سے دعا کریں۔ یہ پہلی صدی کی آخری ۲۷ ویں رات ہے۔

حضور نے فرمایا یہ سب امور تاریخ کا اہم حصہ بننے والے ہیں اس لیئے انہیں اِس رنگ میں استعمال کریں کہ ہم اپنی بُرائیوں کی کینچلیاں پیچھے چھوڑ کر اگلی صدی میں داخل ہوں اور اگلی صدی میں ہم زیادہ پاک اور صاف ہوں۔

حضور نے فرمایا کہ احمدیت کی اس صدی اور آئندہ صدی میں فاصلہ بہت تھوڑا رہ گیا ہے اور کام بہت سے کرنے والے باقی ہیں جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے ہی سرانجام پا سکتے ہیں۔ ان کے لیئے خاص دعاؤں کی ضرورت ہے۔

حضور نے فرمایا سب سے اہم کام قرآن کریم کا سَو سے زائد زبانوں میں ترجمہ کی اشاعت ہے۔ یہ کام بہت وسیع اور مشکل ہے اور بڑی ذمہ داری چاہتا ہے۔ سو خصوصیت سے دعا کریں کہ یہ سارے نیک پروگرام جو محض خدا تعالیٰ کے لیئے شروع کیئے گئے تھے اختتام کو پہنچیں اور ہماری کوئی لغزش انکے حُسن میں خرابی پیدا نہ کرے۔ فرمایا کہ اِن سب کے لیئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ سَو سال کے اختتام پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیئے جو جدوجہد کر رہی ہے وہ اس میں کامیاب ہو اور خدا تعالیٰ کی تحسین کی نظر اس جدوجہد پر پڑے۔

حضور نے فرمایا کہ مسلمان ممالک اور عالمِ اسلام کے لیئے دعا کریں۔ بدنصیبی سے بہت سے مسلمان ممالک میں جو غلط تحریکات کی پیروی کے نتیجے میں بڑی مشکلات کا شکار ہیں، بہت ہی دردناک مظاہر ہیں جو عالمِ اسلام میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ حضور انور نے اِس سلسلہ میں فلسطین اور ایران اور عراق کا خاص طور پر ذکر کیا اور پھر فرمایا کہ پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی تو داستان ہی بہت دردناک ہے اس قدر ظلم ہوتا ہے وہاں اسلام کے نام پر کہ ہر بُرائی قوم میں نافذ کر دی گئی ہے اور نام اسلام کا استعمال ہوتا ہے۔

حضور انور نے کراچی کے حالیہ فسادات کی طرف بھی اشارہ فرمایا اور فرمایا کہ یہ وہ باتیں ہیں جو اسلام سے دُور کا بھی تعلق نہیں رکھتیں۔ مگر مزید تکلیف کی بات یہ ہے کہ ساری دنیا میں ذرائع ابلاغ اِن مناظر کو اسلام کے

مظاہر کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

فرمایا یہ ایک ایسا خوفناک منظر ہے کہ ایک صاحبِ دل شدید تکلیف برداشت کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی کو مسلمانوں سے محبت ہو اور وہ ان کی تکلیف دیکھ کر بے حس رہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ پاکستان میں کراچی اور راولپنڈی اور اسلام آباد کے احمدیوں کو خاص طور پر یہ نصیحت ہے کہ اپنی عید میں اُن مظلوموں کو شامل کریں، اُن یتامیٰ اور بیوگان کو جن کا کوئی والی و وارث نہیں رہا۔ اُنکے غم ابھی تازہ ہیں، انفرادی طور پر ان غرباء تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ خدا کے دُکھیا بندوں کا دُکھ دُور کرنے میں کتنا لطف ہے۔

حضور نے فرمایا اِن لوگوں تک تبلیغ کی نیت سے نہیں پہنچیں بلکہ ان میں عید کی خوشیاں بانٹیں۔ اور اس وقت خالصۃً للہ اور رضائے باری تعالیٰ کے حصول کی خاطر انہیں اپنی عید کی خوشیوں میں شامل کریں۔ حضور انور نے یہ بھی تحریک فرمائی کہ جہاں جہاں ہو سکے اسیروں تک پہنچ کر ان کی دیکھ بھال کریں۔

حضور نے فرمایا پاکستان میں بہت تعداد ایسے قیدیوں کی ہے جو سخت مظلومیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور اس میں ایک اَور مضمون یہ پیدا کریں کہ اسیرانِ راہِ مولیٰ کی خاطر ان دوسرے قیدیوں پر رحم کریں اور اُن کے دُکھ دُور کرنے کی کوشش کریں۔

حضور انور نے آخر پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم رمضان المبارک کے حقوق ادا کرنے والے ہوں اور یہ رمضان اپنے پیچھے ایسی برکتیں چھوڑ جائے جن کا کوئی آخر نہ ہو اور اِس رمضان کی برکتوں سے خصوصیت کے ساتھ ہم اس قابل ہو سکیں کہ اگلی صدی میں پہلے سے بہتر وجود کے طور پر داخل ہوں اور اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ وہ سارے کام جو اس نے ہمارے سپرد اگلی صدی کی تیاری کے لیئے کیئے ہوئے ہیں اُن کو ہم کما حقہٗ احسن رنگ میں انجام دے سکیں ⁎

امریکہ اور روس کو حقیقی آزادی جماعت احمدیہ ہی دے گی

عزم کریں کہ دنیا کے ہر غلام کو آزاد کرانے کی آپ کوشش کریں گے

خلاصہ خطبہ عید الفطر بتاریخ ۱۷ مئی ۱۹۸۸ء بمقام اسلام آباد ٹلفورڈ یو۔ کے

حضور نے آزادی کے حقیقی تصوّر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا بعض امیر ممالک غریب ممالک کو اثر و رسوخ

کی خاطر اور غلام بنانے کی خاطر مدد دے رہے ہیں۔ اصلی مدد اور احساس وہ ہے جس کے نتیجے میں خود کو بھی اور دوسروں کو بھی تمام غلامی کی زنجیروں سے آزادی نصیب ہو۔ یہی وہ پیغام ہے جو روزے ہمارے لیئے لے کر آتے ہیں۔

آزادی کے اس پیغام کی وضاحت کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بڑے جوش سے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ رمضان ہر غلامی کے تصوّر اور بندھن توڑنے کے لیئے آزادی کا پیغام لاتا ہے۔ اس لحاظ سے جماعت احمدیہ کے لیئے یہ رمضان اور عید خاص اہمیت کی حامل ہے کیونکہ یہ پہلی صدی کی آخری عید ہے اور یہ پیغام خصوصیت کے ساتھ ہمارے سامنے رکھ رہی ہے کہ تم خود تو آزاد ہو رہے ہو اپنی بُرائیوں سے اور کمزوریوں سے لیکن دنیا کی قومیں ہیں جو دن بدن اور زیادہ زنجیروں میں جکڑی جا رہی ہیں جو غلام قومیں ہیں وہ اور زیادہ غلام بنائی جا رہی ہیں۔ آزاد قومیں اپنے نفس کی پہلے سے بڑھ کر غلام ہوتی جا رہی ہیں اور زیادہ زنجیروں میں جکڑی جا رہی ہیں۔ اس پہلو سے رمضان سے باہر آ کر آپ آفاقی نظر سے دنیا کا مطالعہ کریں تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ اس غلام دنیا میں آپ آزادی کا جزیرہ ہیں اور ایسا جزیرہ ہیں جس جزیرے سے آزادی کا پیغام پھوٹنا ہے اور ساری دنیا میں پھیلنا ہے اور تمام دنیا کو آزادی کا پیغام دینے اور غلامی سے آزاد کرانے کے لیئے خدا تعالیٰ نے جو سرزمین قائم کی ہے وہ سرزمین آپ ہیں یعنی جماعتِ احمدیہ۔ اس لیئے اِس نئے پیغام کو لے کر آپ نے نئی صدی میں داخل ہونا ہے۔

افریقہ کے دَورے کا ذکر کرتے ہوئے حضور انور نے جماعت کو بتایا کہ اس صدی کے آخر پر میرے افریقہ کے دورے کی جان یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے قوموں کو آزاد کرانے کا جذبہ شدّت سے کوٹ کوٹ کر میرے دل میں ڈالا اور مَیں ایک نیا جذبہ اور قوّت لے کر افریقہ سے باہر نکلا۔ فرمایا اب میری روح وقف ہو گئی ہے اِس کام کے لیئے کہ مَیں قوموں کو غلامی سے آزاد کرانے کا پیغام جماعت احمدیہ کو دوں اور جماعتِ احمدیہ کے ذریعہ ساری دُنیا کو یہ پیغام دیا جائے اور اُن کو آزاد کرانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ فرمایا ہماری حقیقی عید تب ہو گی جب ہم اِس مقصد میں صحیح کامیاب ہو جائیں گے۔ پھر حضور انور نے فرمایا آج ہمیں یہ عہد کرنا چاہیئے اور اس عہد کو ہمیشہ زندہ رکھنا چاہیئے کہ اگلی صدی میں ہم آزادی کا یہ پیغام لے کر داخل ہوں گے اور قوموں کو اور انسانوں کو ہر قسم کی انسانی اور شیطانی غلامی سے آزاد کرانے کی کوشش کریں گے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے نہایت پُرشوکت الفاظ میں فرمایا کہ اِس پہلو سے امریکہ بھی آپ کی راہ دیکھ رہا ہے اور مغرب کی بظاہر دیگر آزاد اور بلند شان رکھنے والی قومیں بھی آپ کی راہ دیکھ رہی ہیں اور آپ کی منتظر ہیں۔ آپ کے ہونٹوں میں آزادی کا وہ پیغام ہے جو اُن کو دے کر انہیں شیطان کی زنجیروں سے آزاد کر سکتے ہیں۔ روس بھی آپ کی راہ دیکھ رہا ہے اور دیگر غریب قومیں بھی۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ آئندہ صدی کی آخری عید اِس عید سے بالکل مختلف ہو گی

اور دعا کرتا ہوں کہ آئندہ صدی کی آخری عید میں دُنیا کی ساری قومیں آزاد ہو چکی ہوں۔ دنیا کے سارے افراد آزاد ہو چکے ہوں اور اللہ تعالیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے غلاموں یعنی جماعت احمدیہ کو یہ توفیق بخشے کہ وہ تمام دنیا کی آزادی کا گیت گانے والے اور ان کو آزادی کا گیت سکھانے والے ہوں، تمام دنیا سے لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا نعرہ بلند ہونے کا دراصل یہی مقصد ہے۔

فرمایا لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ آزادی کا پیغام ہے جو اس رمضان میں خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے مجھے سمجھایا ہے۔ پس آخری عید پر یہ آخری پیغام میں جماعت احمدیہ کے سربراہ کی حیثیت سے ساری دنیا کو دیتا ہوں کہ اپنے آپ کو غریبوں کی خدمت اور قوموں اور افراد کو دوسری قوموں اور افراد اور شیطان کی غلامی سے آزاد کرانے کے لیئے وقف کر دیں تا خدا تعالیٰ آپ کو اُن عظیم الشان ترقیات سے نوازے جس کی بنیادیں ڈالی جا چکی ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو نصیحت فرمائی کہ اس آزادی کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے سے قبل غور کریں کہ آپ خود اپنے نفس کی زنجیروں سے آزاد ہوئے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ خود قیدی انسان عبرت کا سبق دیتا ہے اور آزاد انسان آگے بڑھ کر دوسروں کی زنجیریں توڑ ڈالتا ہے۔

خطبہ کے آخر میں آپ نے بتایا کہ اس آزادی کے مضمون کا اسیرانِ راہِ مولا سے گہرا تعلق ہے جن کے دُکھ اور غم نے مجھے اس مضمون کی طرف رہنمائی کی جس کے لیئے میں ان کا ممنون ہوں۔ اور ساری دنیا پر اُن کا یہ احسان ہے۔ اس احسان کے نتیجے میں ہمیں چاہیئے کہ ہم یہ عزم کریں کہ دنیا کے ہر غلام کو اور اسیر کو آزاد کرانے کی کوشش کریں گے۔

اس کے بعد حضور انور نے اپنی ایک تازہ مبشر رؤیا کا ذکر فرمایا جس میں حضور نے اس رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں پھر حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگم صاحبہ کو دیکھا جو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے کہتی ہیں کہ مجھے پیلی کا پڑ پر بیت اللہ کا طواف تو کروا دو۔ حضور نے اس رؤیا کے مختلف پہلو اور تاثرات بیان فرمائے اور بتایا کہ اس میں حسرت بھی ہے اور خوشخبری بھی کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے ہمارے لیئے بیت اللہ کی راہیں کھول رہا ہے۔ آپ نے بڑے جلال سے فرمایا کہ خدا کی نصرت احمدیوں کو لے کر خانہ کعبہ کے گرد منڈلانے لگی ہے اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا یہ شعر اپنی قبولیت کو پہنچا ہے کہ

یَا لَیْتَ کَانَتْ قُوَّۃُ الطَّیَرَانِ

رؤیا کے بیان کے بعد حضور نے فرمایا کہ اللہ کی خاطر جو دُکھ اُٹھائے جاتے ہیں اُنہی سے روشنی کی شعاعیں بھی پھوٹا کرتی ہیں۔ خدا کرے کہ جلد ہی اس خوشخبری کے پورا ہونے کے دن آئیں اور جس طرح ہماری روحیں خانہ کعبہ کا طواف کرتی ہیں خدا تعالیٰ زمین کی راہیں بھی کھولے اور ہمارے جسم بھی خانہ کعبہ کا طواف کرنے لگ جائیں۔ اس کے بعد حضور انور نے پُرسوز اختتامی دُعا کروائی اور تمام حاضرین کو عید مبارک دی بعد میں حضور نے تمام احباب جماعت سے فرداً فرداً مصافحہ فرمایا ⁂

حقیقی ایمان سچّی آزادی کے بغیر حاصل نہیں ہوتا

خدمتِ خلق کا وہ بھی مستحق ہے جو ایمانی لحاظ سے کمزور ہے !!

(خلاصہ خطبہ جمعہ بتاریخ ۲۰ مئی ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

حضور انور نے عید الفطر کے خطبہ میں بیان فرمودہ آیات اور آزادی کے مضمون کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ حقیقی ایمان سچّی آزادی کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتا اور وہ لوگ جو خود بھی اپنے نفس کو آزاد کرنے اور دوسروں کی آزادی کے لئے کوشاں رہتے ہیں ان کو ہی سچا ایمان نصیب ہوتا ہے۔ اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ ایمان کی حلاوت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

حضور نے فرمایا پس عزتِ نفس کے ساتھ خدمت کرنا، قناعت کرنا اور دوسروں کے حقوق دینا ایثار کے تحت آتا ہے۔ اس لئے جماعت کو اسی فلسفۂ خدمت کو دُنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیئے اور اس سلسلے میں آئندہ صدی میں جو منصوبے بنائے جا رہے ہیں انشاء اللہ جماعت کو اس طرف توجہ کر کے دنیا کی خدمت کا موقع ملے گا۔

حضور نے فرمایا یہ وہ قرآنی مضمون ہے جس کے تحت ہم انشاء اللہ آئندہ صدی کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تفسیر بناتے ہوئے خود بھی آزاد ہوں گے اور تمام دنیا کو سچی آزادی دینے والے بنیں گے۔ آج سارے بنی نوع انسان کی آزادی احمدیت سے وابستہ ہے۔ اس لئے آج کی نسلوں کی بھاری ذمہ داری ہے کہ باشعور طور پر آزادی کے علمبردار بن کر اور منصوبوں میں حصہ لے کر اگلی صدی میں داخل ہوں تا احمدیت کی جدّوجہد آزادی نمایاں نقوش بن کر اُبھرے اور زیادہ سے زیادہ دُنیا اس سے متعارف ہو۔

حضور انور نے فرمایا کہ مَیں نے ربوہ کی کمیٹی کو جو غریبوں کی مدد اور خدمت کرتی ہے یہ ہدایت کی ہے کہ وہ حقیقی محتاج کی کسی صورت میں مدد سے ہاتھ نہ روکیں خواہ وہ جماعت کے کاموں میں یا عبادتوں میں پیچھے ہو یا مخالفت کی باتیں کرتا ہو۔ فرمایا اسی طرح حضرت مصلح موعود بھی شدید معاندین کی خدمت اور ضرورت پوری کرنے کا بہت خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ مولوی ظفر علی خان کی آخری علالت میں آپ نے اپنے ذاتی ڈاکٹر جناب حشمت اللہ خان صاحب کو ان کے مفت علاج کے لئے ہدایت فرمائی۔ فرمایا خدمت میں ہر مذہب سے آزاد ہو کر دشمنی کی حالت میں بھی مدد کرنی ہے۔ یہ دینِ حق کی اعلیٰ تعلیم ہے جس کو لے کر ہم نے انشاء اللہ اگلی صدی میں داخل ہونا ہے ٭

ہم تو خوشبو ہیں

اکبر حمیدی

تجھ کو پیش آئے گا ہم پر جو کرم فرمائے گا
سوچ لے آخر ہمارا بھی زمانہ آئے گا

وقت شیشے کا مکاں ہے ٹوٹتا رہتا ہے یہ
کوئی پتھر تیری دیواروں سے بھی ٹکرائے گا

ہم وہ شمشیرِ برہنہ ہیں ہوا کے ہاتھ میں
ہم سے ٹکرانے جو آئے گا وہ خود کٹ جائے گا

ہم تو خوشبو ہیں ہمارا راستہ روکے گا کون
کس بلندی تک یہ دیواریں اٹھائے جائے گا

اب تو میرا سامنا کرنے سے گھبراتا ہے تو
پھر تو اپنا سامنا کرنے سے بھی گھبرائے گا

آج اکبر جو زباں رکھتے ہوئے بھی چپ رہا
پا برہنہ وقت کے ایواں میں لایا جائے گا

○

کیا ماہرینِ فلکیات نے خدا کو پالیا ہے؟

(رابرٹ جیسٹرو / ترجمہ: سید ظہور احمد شاہ)

زیرِ نظر مضمون میں تخلیقِ کائنات کے جس نظریہ کو مضمون نگار مذہبی نظریہ قرار دے رہا ہے وہ دراصل بائبل کا نظریہ ہے۔ قرآنی نظریہ کے مطابق کائنات خدا تعالیٰ کے محض ایک لفظ "کُن" کہنے سے وجود میں آگئی تھی۔ زیرِ بحث نظریہ بادی النظر میں قرآنی نظریہ کے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے ——— (ادارہ)

جب ایک ماہرِ فلکیات خدا کے متعلق لکھتا ہے تو اس کے رفقاءِ کار دل میں سوچتے ہیں کہ شاید اس کا دماغ چل گیا ہے۔ کم از کم میں اپنے معاملے میں سب سے پہلے یہ واضح کر دینا سب سے ضروری سمجھتا ہوں کہ میں مذہبی معاملات میں خدا یا غیر مادی اشیاء پر یقین نہیں کرتا۔

لیکن تاہم فلکیات میں ہونے والے عجیب و غریب انکشافات نے مجھے بھی حیران کر کے رکھ دیا ہے اور میری یہ حیرانی کچھ تو اس نئی صورتِ حال کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مذہبی اُلجھنوں کی وجہ سے ہے اور کچھ میرے رفقاءِ کار کے انوکھے ردِ عمل کی وجہ سے ہے۔

ان نئے انکشافات کی بنیادی بات یہ ہے کہ یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا ہے کہ اس کائنات کی ابتداء معین اور متعین طور پر ہوئی تھی یا یوں کہہ لیجئے کہ پتہ چلا ہے کہ اس کائنات کی ابتداء وقت کے کسی خاص لمحہ میں ہوئی تھی۔

لیکن وہ طاقت جو کائنات کی تخلیق کی وجہ بنی کیا وہ طبیعیات کی کوئی طاقت تھی یا پھر یہ وہ طاقت تھی جس کے متعلق بائیبل میں لکھا ہے کہ خداوند کے ہاتھ نے دنیا کو مادے سے پیدا کیا۔

دنیا کی تخلیق کی اس نئی تھیوری جس کو سائنس دان بگ بینگ تھیوری کہتے ہیں کی ایک انتہائی اہم بات یہ ہے کہ ہم ایک پھیلتی ہوئی کائنات میں رہ رہے ہیں جس میں ہمارے اردگرد واقع تمام کہکشائیں بہت بڑی عظیم گلیکسیاں بے انتہا رفتار سے اس دنیا سے اور ایک دوسرے سے پرے ہٹ رہی ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ ہم ایک زبردست دھماکہ کے بعد کے اثرات کو دیکھ رہے ہوں۔

اگر ہم ان آپس میں پرے ہٹتی ہوئی گلیکسیوں کی حرکات کو وقت کے لحاظ سے واپس تصور میں لائیں تو ہم دیکھیں گے کہ وہ تقریباً ۲۰ بلین سال پہلے کے وقت میں اکٹھی ہو جائیں گی۔

اس وقت کائنات کا تمام مادہ ایک ٹھوس گولے کی شکل میں تھا اور اس کا اس وقت (ٹمپریچر)

درجۂ حرارت کئی کھرب ڈگری تھا۔ اس شدید گرم مادے میں سے آنکھ کو خیرہ کر دینے والی جو انتہائی روشن شعاعیں برآمد ہوئیں اس کے نتیجے میں ہائیڈروجن کاسمک بم کا ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ وہ لمحہ جب یہ کاسمک بم پھٹا، وہی لمحہ ہماری کائنات کی پیدائش کا لمحہ تھا۔

تخلیقِ کائنات کے بارے میں چاہے بائیبل کا بیان لے لیں چاہے ماہرین فلکیات کا بنیادی نکات ایک جیسے ہی ہیں۔

انسان کی پیدائش تک جو واقعات پیش آئے ان سب واقعات کے سلسلے کی ابتدا ایک اچانک اس طرح ہوئی کہ کسی خاص لمحہ میں توانائی اور روشنی کا ایک زبردست جھماکا ہوا اور اس طرح سے کائنات کا آغاز ہو گیا۔ کچھ سائنس دان اس نظریہ سے ناخوش ہیں کہ دنیا کی ابتدا اس طور پر ہوئی۔

ابھی کچھ دیر پہلے کی بات ہے کہ سارے سائنسدان STEADY STATE کے نظریہ کو پسند کرتے تھے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کائنات کی کوئی ابتدا نہیں بلکہ وہ ہمیشہ سے اسی طرح موجود ہے۔

لیکن فلکیاتی ماہرین نے جو شواہد اکٹھے کئے ہیں ان سے اس بات پر یقین کئے بنا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ ایک عظیم دھماکہ BIG BANG واقعی وقوع پذیر ہوا تھا۔

وہ سائنسی نظریہ جو کہ آخر کار بگ بینگ تھیوری پر منتج ہوا وہ ایریزونا میں واقع فلیگ سٹاف کی لوول رصدگاہ میں ۱۹۱۲ء میں پہلی دفعہ سامنے آیا۔ وہاں ایک امریکن ماہرِ فلکیات وسیٹو میلون سلیفر نے دریافت کیا کہ تقریباً درجن کے قریب گلیکسیاں (کہکشائیں) تقریباً دس لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے زمین سے پرے ہٹ رہی ہیں۔ سلیفر نے اپنی اس غیر معمولی دریافت کو ۱۹۱۴ء میں ایلینز میں ایون سٹون کے مقام پر امریکن فلکیاتی سوسائٹی کی ایک میٹنگ میں پیش کیا۔ اس نے اپنا مقالہ بڑی انکساری اور سادگی سے پیش کیا:۔

"BUT HIS SLIDES CLEARLY REVEALED THE TELLTALE RED SHIFT (A CHANGE IN THE COLOR OF THE LIGHT) THAT INDICATED AN ENORMOUSLY RAPID MOTION OF THESE GALAXIS."

لیکن اس کی سلائڈوں نے جگہ بدلتی ہوئی لالی کے ذریعے (جو کہ درحقیقت روشنی کے رنگ کی تبدیلی تھی) ان گلیکسیوں کی انتہائی تیز حرکت کو واضح کر دیا تھا۔

جان ملر جو کہ اس میٹنگ میں موجود تھا کہتا ہے کہ پھر ایک ایسا واقعہ ہوا جو کسی سائنسی میٹنگ میں نہ میں نے اس سے پہلے اور نہ دوبارہ آج تک کبھی دیکھا اور وہ واقعہ یہ تھا کہ تمام سائنس دان اپنی نشستوں پر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے تالیاں بجا بجا کر اس عظیم دریافت پر دل کھول کر داد دی۔

اگرچہ اس وقت سلیفر کے بیشتر رفقاء کار کو بھی صحیح طور پر یہ علم نہ تھا کہ یہ دریافت اصل میں کیا ہے۔ لیکن ان کو یہ احساس ضرور تھا کہ یہ ہے بہت اہم۔ اس وقت سامعین میں ایڈون ہبل بھی موجود تھا جس نے بعد میں سلیفر کے کام کو جاری رکھا اور کائنات کی ایک نئی

تصویر پیش کی۔

عظیم الشان ثبوت سلیفر کے اپنی دریافت کے پیش کرنے کے دو سال بعد جرمنی میں البرٹ آئن سٹائن نے اپنا مشہورِ زمانہ نظریۂ اضافیت پیش کیا۔

اس کے فوراً ہی بعد ڈچ سائنس دان ولیم ڈی سٹر ان کا حل دریافت کیا اور ایک پھیلتی ہوئی کائنات کی پیشگوئی کی جس میں یہ سب کہکشائیں تیزی سے ایک دوسرے سے پرے ہٹ رہی تھیں۔

آئن سٹائن اس بات کو نہ پا سکا کہ اس کی تھیوری ایک پھیلنے والی کائنات کی پیشگوئی کرتی ہے۔ اور اس کے بعد ایک بار پھر اس نے اپنے نظریہ کے ذریعے پھیلتی ہوئی کائناتوں کے نظریہ تک پہنچنے کا نتیجہ نکالنے کا موقع کھو دیا۔

اِس دفعہ ایک روسی حساب دان الیگزنڈر فریڈمین نے یہ معلوم کیا کہ آئن سٹائن نے ایک سکول کے طالب علم کی طرح الجبرے میں غلطی کی ہے۔ اصل میں آئن سٹائن نے اپنے حساب کتاب میں ایک جگہ کسی رقم کو صفر سے تقسیم کر دیا تھا جو کہ ریاضی میں سخت ممنوع ہے۔ جونہی فریڈمین نے اس غلطی کی اصلاح کی تو وہ کھویا ہوا حل خود بخود اُبھر کر سامنے آ گیا۔ آئن سٹائن فریڈمین کے اس کی غلطی پکڑنے پر جھنجھلایا۔ اس نے ایسے اکھڑپن کا مظاہرہ کیا جو اس جیسے شخص سے بہت شاذ ہی صادر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس نے نہ صرف فریڈمین کے اس خط کا کوئی نوٹس نہ لیا جس میں نیا حل پیش کیا گیا تھا بلکہ بعد میں اس کو شائع کرتے ہوئے بھی نظر انداز کر دیا۔ لیکن آخر کار ۱۹۲۳ء میں اس نے اپنی اس دوہری غلطی کو مان لیا۔

جنگِ عظیم اوّل کے بعد ڈچ سائنس دان ڈی سٹر کی پھیلتی ہوئی کائنات والی نظریاتی پیشگوئی نے ماہرینِ فلکیات پر بہت اثر کیا اور اب پہلی دفعہ انہیں سلیفر کی باہر کی طرف ہٹنے والی گلیکسیوں والی دریافت کی بہت اہمیت محسوس ہوئی تاہم سائنس دانوں نے پھر بھی جھنجھلاہٹ کی علامات ظاہر کرنا شروع کر دیں۔

آئن سٹائن ایک ایسی کائنات کے متعلق سوچ کر پریشان ہو جاتا تھا جو کہ دھماکے سے پھٹی ہو۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ دنیا کی کوئی نہ کوئی ابتدا ہے۔

ڈی سٹر کے نام اپنے ایک خط میں آئن سٹائن نے لکھا کہ ایک پھیلتی ہوئی کائنات کا نظریہ مجھے بہت پریشان کرتا ہے حالانکہ ریاضی کے فارمولوں کی کسی بھی بحث کیلئے یہ طرزِ گفتگو جذباتی ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ کائنات کی پیدائش کے بارے میں کسی ابتداء کا خیال اپنی مذہبی اہمیت کی وجہ سے آئن سٹائن کو غصہ دلاتا تھا۔ اگرچہ خدا کی ذات کے متعلق اس کے خیالات بالکل واضح تھے لیکن وہ خدا کو خالق کے طور پر نہیں مانتا تھا۔ آئن سٹائن کے لئے خدا کی ذات کا وجود قوانینِ فطرت سے واضح طور پر ثابت ہوتا تھا یعنی کہ یہ حقیقت کہ کائنات میں ایک نظم ہے اور یہ کہ انسان اس کو معلوم کر سکتا ہے۔

۱۹۲۰ء کے بعد والے دہاکے کے شروع میں ایڈون ہبل اور ملٹن ہماسن نے کیلیفورنیا کی ماؤنٹ ولسن کی ۶۰ انچ والی دُور بین استعمال کرتے ہوئے سلیفر کے کام کو دوبارہ شروع کیا۔ اس کے بعد انہوں نے ۱۰۰ انچ والی ٹیلی سکوپ (جو کہ اس وقت کی دنیا میں سب سے بڑی دُور بین

تھی) کی مدد سے اِس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی۔

ہبل اور ہماسن نے کئی ایسی گلیکسیوں کی رفتار اور فاصلوں کی پیمائش جو کہ سلیفر کے استعمال میں آنے والے چھوٹے آلات کی مدد سے نظر نہیں آسکتی تھیں۔ اور اس طرح سلیفر کے خیالات کی تصدیق کی۔ یعنی کہ تمام گلیکسیاں بہت زیادہ رفتار سے ہماری زمین سے پرے ہٹ رہی ہیں۔ ان میں سے کچھ تو ۱۰ کروڑ میل فی گھنٹہ کی غیر معمولی رفتار سے دُور بھاگ رہی ہیں۔

۱۹۲۹ء میں ہبل نے وہ تعلق دریافت کیا جس کو اب ہبل کے قانون سے جانا جاتا ہے اور جو یہ ہے کہ کوئی گیلکسی جتنی زیادہ دُور ہے اُتنی ہی زیادہ تیزی سے وہ حرکت کر رہی ہے۔

یہی قانون آئن سٹائن کے نظریۂ اضافت —— THEORY OF RELATIVITY میں بھی بیان کیا گیا تھا۔ ان دونوں کے تطابق نے ماہرینِ فلکیات پر بہت اثر کیا لیکن آئن سٹائن پھر بھی نئی صورت حال سے پیدا ہونے والے ممکنہ نتائج کا ۱۹۳۰ء تک مخالف رہا جبکہ وہ پسا ڈینا میں واقع ماؤنٹ ولسن والی رصدگاہ میں ہبل کو ملا۔ وہاں اس نے ہبل کی ان تجرباتی پلیٹوں کو دیکھا جن سے اس نے نتائج اخذ کئے تھے۔ اس کی دُوربین میں سے خود دیکھا اور پھر اس نے اعلان کیا کہ اب اس کو یقین آگیا ہے۔

اب یہ ثبوت اِس بات کی نشان دہی کر رہے تھے کہ دنیا کی کوئی نہ کوئی ابتداء ضرور تھی۔ اور چند ایک سائنس دانوں نے یہ پوچھنے کی جرأت بھی کی کہ "اس ابتداء سے پہلے کیا تھا؟" کچھ جو اُن سے بھی زیادہ جرأت مند تھے انہوں نے صاف صاف لفظوں میں سوال کیا کہ سب سے بزرطاقت کس ہستی کی ہے جس نے یہ سب کچھ کیا؟

ایک انگریز سائنسدان ایڈورڈ ملن نے تصویروں کی حرکیاتی اضافیت پر ایک حسابی مقالہ لکھا جو کہ اِس پر ختم ہوتا تھا کہ اِس پھیلتی ہوئی کائنات کی تخلیق کا سبب کیا تھا اور کیوں یہ تخلیق ہوئی؟ اس کے متعلق پڑھنے والے پر چھوڑا جاتا ہے کہ اِس خلاء کو اپنی مرضی سے جس طرح چاہے پُر کرے لیکن یہ بہرحال ہے کہ ہماری تصویر اس کے بغیر نامکمل ہے۔

بہرحال طبیعیات کے بیشتر ماہروں اور ماہرینِ فلکیات کے خیالات مذہبی لوگوں کے خیالات کے قریب آچکے تھے۔ جن کو جب پوچھا جاتا تھا کہ زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے خدا کیا کرتا تھا؟ تو وہ جواب دیتے تھے" وہ ان لوگوں کے لیے جہنم کی تخلیق میں مشغول تھا جو اس قسم کے سوالات پوچھتے تھے۔"

درحقیقت کچھ مشہور و معروف سائنس دان پھیلتی ہوئی کائنات کے سوال پر اسی قسم کی بے چینی محسوس کر رہے تھے جو کہ اس سے پہلے آئن سٹائن نے محسوس کی تھی۔

فیصلہ کُن مرحلہ

تب ۱۹۶۵ء میں آرنو پینزیز اور روبرٹ ولسن جو کہ بیل (BELL) لیبارٹریز میں کام کر رہے تھے انہوں معلوم کیا کہ ہماری زمین اپنے چاروں اطراف سے آنے والے ایک مدھم نور کی شعاعوں میں نہائی ہوئی ہے —— پیمائشوں نے یہ ثابت کر دیا کہ نور کی ان شعاعوں کا منبع زمین خود نہیں ہوسکتی اور نہ ہی آسمان میں کوئی دوسری چیز اس کا منبع ہوسکتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمام

کائنات خود ہی اس کا منبع ہے۔

دونوں ماہرین طبیعیات جو کہ اپنی دریافت پر حیران تھے۔ انہیں اس بات کا قطعاً احساس نہیں تھا کہ انہوں نے اتفاقاً ایک عظیم کائناتی سربستہ راز کو پالیا ہے۔"

وہ سائنسدان جو کہ بگ بینگ BIG BANG تھیوری پر یقین رکھتے تھے انہوں نے بہت پہلے سے کہا تھا کہ بگ بینگ واقع ہونے کے بعد چند لمحات تک کائنات آگ کے ایک گرم سفید گولے کی طرح رہی ہوگی اس کے بعد آہستہ آہستہ جوں جوں کائنات پھیلتی اور ٹھنڈی ہوتی گئی تو اس آگ کے گولے کی چمک بھی کم ہوتی گئی لیکن اس کی شعاعیں مکمل طور پر کبھی بھی ختم نہیں ہوئیں۔ پینزاز اور ولسن نے بظاہر جو بات معلوم کی تھی وہ یہی تھی کہ انہوں نے ان قدیم شعاعوں کی مدھم ہوتی ہوئی چمک کو معلوم کر لیا تھا جس کے آغاز کا سرا کائنات کی پیدائش کے وقت سے جا ملتا ہے۔

وہ CLINCHER جس نے بگ بینگ تھیوری کے شاید آخری نقاد تھامس کو بھی یقین کرنے پر مجبور کر دیا ہے یہ ہے کہ جو شعاعیں ولسن اور پینزاز نے دریافت کیں اس کی ویو لینگتھ WAVE LENGTH کا اندازہ ہو بہو وہی ہے جو کسی بھی بڑے دھماکے کے بعد حرارت اور روشنی کی ویو لینگتھ میں ہونا چاہیئے۔

سائنسدان کا استقبال

مذہبی لوگ عام طور پر اس بات کے ثابت ہونے پر خوش ہیں کہ کائنات کی کوئی نہ کوئی ابتداء تھی لیکن ماہرین فلکیات بہت زیادہ پریشان ہیں۔ اور جب وہ ثبوت جو کہ سائنس نے خود مہیا کئے ہیں وہ اُن کے اپنے ہم پیشہ سائنسدانوں کے اعتقادات سے متصادم ہوں تو ان کا ردِ عمل سائنسی دماغ (جس کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ وہ بہر حال غیر جانبدار دماغ ہوتا ہے) کے ردِ عمل کی ایک دلچسپ مثال مہیا کرتے ہیں۔

چند سال پہلے بی بی سی کی ایک کاسمولوجی کی فلم میں ماہرِ فلکیات مورسین نے کہا کہ مَیں بگ بینگ تھیوری کو رد کرنا چاہتا ہوں لیکن مَیں حقائق کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

یہ ردِ عمل اور دوسرے ماہرین فلکیات کے اسی قسم کے ردِ عمل میں ایک عجیب قسم کا جذبہ اور احساس ہوتا ہے۔ ان کے ردِ عمل کا منبع دل ہوتا ہے جبکہ آپ یہ توقع کرتے ہیں کہ ان کا منبع دماغ ہونا چاہیئے۔ یعنی ایسا کیوں ہوتا ہے؟

میرا ذاتی خیال ہے کہ اس کا جزوی جواب تو یہ ہے کہ سائنس دان کسی ایسے فطرتی عمل کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتے جس کو بیان نہ کیا جا سکے۔

سائنس بھی ایک قسم کا مذہب ہے۔ یہ ایک ایسے شخص کا مذہب ہے جو کہ یقین رکھتا ہے کہ کائنات میں ہر واقعہ کی توجیہہ دلیل کے ساتھ کی جا سکتی ہے اور اس کا سبب کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ قرار دیا جا سکتا ہے جو گزر چکا ہو۔

یہ اُوپر والا عقیدہ اس دریافت سے ختم ہو گیا کہ دنیا کی ابتداء ایسے حالات کے ماتحت ہوئی جہاں فزکس کے موجودہ قوانین حاوی نہیں ہوتے اور جو ایسے اصولوں پر واقع ہوا جن کو ہم دریافت نہیں کر سکتے۔

جب اس قسم کی بات ہوتی ہے تو سائنس دان اپنا توازن کھو بیٹھتا ہے اور وہ نتائج سے لاپرواہ ہو کر اس کو کم کر کے دکھاتا ہے اور اسے بگ بینگ جیسا نام

دے کر اپنے ردّ عمل کا اظہار کرتا ہے۔ گویا کہ کائنات نہ ہوئی کوئی آتش بازی کا گولہ ہو گیا۔

اس مسئلہ کی گہرائی پر ذرا غور کریں۔ سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ کسی خاص لمحے میں یہ کائنات ایک دھماکے کے نتیجے میں وجود میں آئی۔ اس سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی وجہ ہے جس نے یہ نتیجہ پیدا کیا؟ کس نے اور کیوں کائنات میں اس انرجی اور مادے کو رکھا ہوا تھا؟ کیا کائنات عدم سے وجود میں آئی ہے یا یہ پہلے سے موجود مادے کو اکٹھا کر کے بنائی گئی تھی؟ اور سائنس ان سوالوں کا جواب دینے سے قاصر ہے۔ کیونکہ ماہرین فلکیات کی رُو سے اپنے وجود کے پہلے لمحات میں کائنات انتہائی حد تک ٹھوس تھی اور ایک ایسی شدید آگ کی تپش میں جل رہی تھی جو کہ انسانی تخیل سے باہر ہے۔ اس لمحے کے دھماکہ نے اس ثبوت کے تمام ذرات کو بھی فنا کر دیا ہو گا جو اس عظیم الشان دھماکے کی وجہ کا کوئی سبب مہیا کر سکتا۔

سائنس دان کی ماضی کی تلاش تخلیق کے اس لمحے میں گُم ہو جاتی ہے۔ یہ دریافت سوائے مذہبی لوگوں کے باقی سب کے لئے خلافِ امید تھی۔ کیونکہ انہوں نے ہمیشہ بائیبل کی اس آیت پر یقین رکھا ہے:۔

"شروع میں اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان پیدا کیے"

لیکن ہم سائنسدانوں نے کبھی یہ امید نہ کی تھی کہ یوں یکایک تخلیق کائنات کا ثبوت مل جائے گا۔ کیونکہ ابھی تھوڑا عرصہ پہلے تک ہمیں زمانے میں پیچھے کی طرف جا کر علت و معلول کے سلسلے کا ابتدائی سرا پا لینے میں غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔

ہم نے اس سیّارہ میں انسان کی ابتداء کا سُراغ لگایا۔ زندگی کی پیدائش کی ابتداء کے راز کھولے۔ ستاروں اور سیّاروں پر زندگی کے کیمیائی اجزاء معلوم کیے۔ ستاروں کے بننے کے عمل کو جانچا کہ کس طرح یہ پہلے گیسوں کی شکل میں تھے اور اپنے ابتدائی سیّارے کے ٹھنڈا پڑنے کے ساتھ ساتھ ان کی تکمیل ہوئی۔

اب ہم اس سوال کے جواب کی تلاش میں زمانے میں اُور پیچھے کی طرف جانا پسند کریں گے لیکن آگے ایک ناقابلِ عبور پہاڑ دکھائی دے رہا ہے۔

ایک سائنس دان کے لیے جس نے ہمیشہ دلیل کی طاقت کے عقیدے پر زندگی گزاری ہے یہ کہانی ایک بھیانک خواب پر اختتام پذیر ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔

اس نے جہالت کے پہاڑ سر کیے ہیں۔ اب وہ سب سے اونچی چوٹی سر کرنے کے لیے آخری چٹان پر چڑھتا ہے تو اسے مذہبی لوگوں کا ایک گروہ خوش آمدید کہہ رہا ہوتا ہے جو صدیوں پہلے سے وہاں بیٹھا ہوا ہے!!

(ماخوذ از نیویارک ٹائمز میگزین)

کیا حضرت بانیٔ سلسلہ فارسی الاصل تھے؟

جدید تحقیق کے بعض زاویے

از: مکرم شیخ عبدالقادر صاحب محقق۔ لاہور

پیشگوئیوں میں درج ہے کہ آنے والا موعود فارسی الاصل ہوگا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خاندان کو عموماً مغل قرار دیا جاتا ہے اور مغل فارسی الاصل نہیں ہیں۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ کس طرح فارسی الاصل قرار پاتے ہیں؟ اس کا سادہ جواب تو یہ ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ کے خاندان کو غلطی سے مغل قرار دیا جاتا ہے جبکہ آپ مغل نہیں بلکہ الٰہی نوشتوں کے عین مطابق فارسی الاصل تھے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ نے فرمایا ہے:-

"خدا کے کلام میں مجھے فارسی الاصل ٹھہرایا ہے۔" (چشمہ معرفت صـ ۳۱۶ حاشیہ)

پھر فرمایا:-

"نہ معلوم کس غلطی کی وجہ سے مغلیہ خاندان کے ساتھ مشہور ہوگیا۔"

(حقیقۃ الوحی صـ ۷۸-۷۷ نوٹ)

اس مسئلے کی مزید تفاصیل جاننے کے لیئے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ کے اجداد کا پتہ لگایا جائے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ نے اپنا نسب نامہ اپنی تصنیف کتاب البریہ میں درج فرمایا ہے جو کہ مرزا ہادی بیگ سے شروع ہوتا ہے۔ مرزا ہادی بیگ کے مورثِ اعلیٰ امیر حاجی برلاس تھے۔ غلطی یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ حاجی برلاس کو امیر تیمور کا چچا سمجھا گیا اور اس وجہ سے دونوں کا نسب نامہ ایک سمجھا گیا ہے حالانکہ دونوں کے نسب نامے جدا جدا ہیں تاہم اُوپر جا کر پانچویں پُشت میں ان کا اتحاد ہوتا ہے۔ اور اس غلطی کی بنیاد یہ ہے کہ تیمور کو مغل سمجھا جاتا ہے حالانکہ تیمور خود برلاس قوم سے تھا اور فارسی الاصل تھا۔ تیمور کا تعلق برلاس کی اس شاخ سے تھا جو برلاس گورگانیہ کہلاتے ہیں۔ گورگان کہلانے کی وجہ یہ تھی وہ مغلوں کا داماد تھا اس لیئے مغل کہلانے لگ گیا۔ نسل برلاس کا ایک دوسرا طائفہ ترکوں میں مدغم ہوگیا اس طرح وہ ترک بن گئے اور پھر مغلوں سے دامادی کا تعلق بھی پیدا ہوا اس وجہ سے بھی یہ برلاس مغل مشہور ہو گئے۔ حالانکہ اصل میں وہ مغل نہیں تھے بلکہ برلاس قوم کے افراد خالص نسلِ فارس میں سے تھے۔

ضمناً عرض ہے کہ امیر حاجی برلاس نے سیاست و حکومت امیر تیمور کے سپرد کر دی اور خود ریاضت و عبادت میں معروف ہو گئے۔ خراسان کی طرف ہجرت فرما ہوئے کہ راستے میں ڈاکوؤں نے شہید کر دیا۔

جُدا جُدا نسب نامے

سلسلۂ انساب پر مشتمل پُرانے فارسی لٹریچر میں پُرانے نسب نامے درج ہیں۔ امیر تیمور کا نسب نامہ الگ ہے اور امیر حاجی برلاس کا الگ۔ اویماق مغل میں اس لٹریچر کی تفصیل موجود ہے۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ۱۳۱۹ ہجری میں شائع ہوئی۔ اس کے مصنّف میرزا محمد عبدالقادر ہیں۔ امیر تیمور کا نسب نامہ درج ذیل ہے:

تیمور گورگان ـــــ طراغائے نویان ـــــ توکل نویان ایلنگیر نویان ـــــ ایچل نویان ـــــ امیر قراچار نویان۔

امیر حاجی برلاس کا نسب نامہ اس طرح ہے:

امیر حاجی برلاس ـــــ بورالغی نویاں ـــــ تموکہ نویاں ـــــ بسومنکا نویاں ـــــ امیر قراچار نویاں۔

امیر قراچار نویاں تک کا سلسلۂ نسب علماء درست قرار دیتے ہیں اس کے اُوپر مشتبہ ہے۔ "اویماق مغل" میں ہے کہ امیر قراچار نویاں سے ایران کی قوم قاچار پیدا ہوئی جو کئی نسلوں تک ایران پر حکمرانی کرتی رہی سلسلۂ انساب سے یہ بات بھی پتہ چلی ہے جو ہم اُوپر بیان کر آئے ہیں کہ قوم برلاس کا ایک حصّہ ترکوں میں مدغم ہو گیا۔ ایک اَور حصّہ ایران کے قاچاریہ خاندان کا بانی ہے تیسرا حصّہ خالص برلاس کہلایا۔ امیر حاجی برلاس اسی قوم میں سے تھے۔ یہ سارے برلاس مغل نہیں تھے نہ ہی ترک تھے بلکہ ایرانی تھے۔ تیمور ماں کی طرف سے ایرانی تھا اور باپ کی طرف سے ترک۔ وہ اس حصّۂ برلاس سے تعلق رکھتا تھا جو ترکوں میں مدغم ہو گیا تھا۔ بالآخر وہ مغل مشہور ہو گئے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر امیر حاجی برلاس اور امیر تیمور دونوں برلاس قوم سے تعلق رکھتے تھے تو کیا برلاس قوم فارسی الاصل تھی؟ اس عقدے کو حل کرنے کے لیئے جو نئے ثبوت ملے ہیں ان میں سرِ فہرست یہ بات ہے کہ علماء کہتے ہیں کہ برلاس سیتھین قوم سے ہیں (تیمور از ہیرلڈ لیم) اس ضمن میں دوسری شہادت یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس کی تاریخ ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ سیتھین کی شاہی شاخ کا نام آجکل PARALATIE ہے۔ یہ لفظ برلاس کی یونانی صورت ہے۔ اس کا مطلب یہ نکلا کہ برلاس قوم سیتھین کی ایک شاخ ہے۔ اب مسئلہ حل طلب یہ رہ جاتا ہے کہ سیتھین قوم کیا ہے؟ چنانچہ معلوم ہونا چاہیئے کہ سیتھین کے جو آثار ملے ہیں اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایرانی تھے۔ اور ایرانی بولیاں بولتے تھے۔ دنیا بھر کے انسائیکلوپیڈیاز پر سیتھین پر نوٹ ملاحظہ ہوں۔ ہر جگہ یہی ذکر ملے گا کہ وہ اصالتاً ایرانی تھے۔

امریکن انسائیکلوپیڈیا میں زیر لفظ "سیتھین" لکھا ہے:

> "اس قوم کے مخصوص خانہ بدوشانہ اطوار سے بہت سے مؤرخ یہی سمجھتے رہے کہ ان کا نکتۂ آغاز منگولی ہے لیکن اُن کی زبان، رسم و رواج اور مذہب کے مطالعہ کے نتائج اس کے برعکس ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ فارسی الاصل تھے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں زیر لفظ 'SCYTHIAN' لکھا ہے:

> "سیتھین قوم کے آثار کی کھدائی پہلے ۱۹۲۹ء میں ہوئی۔ بقیہ کام ۱۹۴۷ء میں

مکمل ہؤا۔ اس قوم کے دو حصے تھے۔ ایک بلادِ شمالیہ میں سکونت پذیر تھا۔ بڑا حصہ روس کے جنوب اور ایران میں آن بسا۔ لیکن اُن کا باہمی رشتہ اور تعلق برابر قائم رہا۔ ان کے آثار سے ثابت ہے کہ ساری کی ساری قوم ایرانی الاصل تھی۔ ان کی شاخیں ایک مشترک زبان (یعنی فارسی بولیاں) بولتی تھیں"

۱۹۷۲ء میں ایک کتاب ایران کے آثار پر شائع ہوئی ہے۔ اس کا نام ہے "پرشیا آرکیا لوجیکل گائیڈ" اس کتاب کے مصنف SYLVIA A. MATHESON ہیں۔ اس کتاب میں بھی یہی لکھا ہے کہ سیتھین قوم دراصل ایرانی ہے۔

"سیتھین قبائل اپنے اصل کے لحاظ سے ایرانی ہیں۔ وہ جنوبی روس سے براہِ کاکیشیا مغربی ایشیا میں ہجرت کر آئے۔ ساتویں صدی قبل مسیح میں ایران پر حملہ آور ہوئے۔ ان کے پیشہ ور فوجی آشوری اور مادی فوجوں میں بھرتی ہو کر لڑتے رہے"

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنے خاندان کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"یہ خاندان مغلیہ خاندان کے نام سے شہرت رکھتا ہے لیکن خدائے عالم الغیب نے جو دانائے حقیقتِ حال ہے بار بار اپنی وحی مقدس میں ظاہر فرمایا ہے جو یہ فارسی خاندان ہے اور مجھ کو ابناءِ فارس کہہ کر پکارا ہے ...... ان تمام کلماتِ الٰہیہ سے ثابت ہے کہ اس عاجز کا خاندان دراصل فارسی ہے نہ مغلیہ۔ نہ معلوم کس غلطی سے خاندانِ مغلیہ کے ساتھ مشہور ہو گیا۔"

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۷۸)

وحیٔ الٰہی کی بات آج دنیا کے آثارِ قدیمہ سے ثابت ہے ❁

افسانہ:

"اے اونچی شان والے تیرے پرچم سدا بلند رہیں۔ مجھے بھی کوئی پرچم دے کہ میرا جسم اُجڑے ہوئے وطن کی مانند ہوگیا ہے کہ جس کا کوئی پرچم نہیں ...... اونچے کلسوں والے تیرے پرچم سدا بلند رہیں مجھے بھی کوئی پرچم دے کہ میں حالتِ جنگ میں ہوں — مجھے توفیق ہو کہ علی علی کر کے اپنے وجود سے باہر آؤں — یا علی! — یا علی تو علم کا دروازہ ہے۔ میں تجھے سلام کرتا ہوں — تو تو ہے — یہ کون ہیں — جو تیرا نام لے کر مجھ پر چڑھ دوڑتے ہیں۔"

("کولہو کے بیل"۔ احمد جاوید)

انشائیہ:

"غزل نے قصیدے کی پسلی سے جنم لیا ہے۔ پسلی سے پیدا ہونا اپنے اندر گہری معنویت رکھتا ہے۔ نجانے کب سے غزل بے چاری قصیدے کی قید میں تھی۔ بالکل جیسے داستان کی نرم و نازک شہزادی ہیبت ناک دیو کے طلسم میں گرفتار ہوگئی تھی۔ مگر یہ قید و بند کی بات بھی شاید درست نہیں کیونکہ غزل تو قصیدے کا اٹوٹ انگ تھی۔ اس کی لاتعداد پسلیوں میں سے ایک پسلی تھی۔ مگر پھر ایک روز یہ پسلی قصیدے کے ڈھانچے سے منحرف ہوگئی۔"

("غزل"۔ ڈاکٹر وزیر آغا)

طنز و مزاح:

"محققوں کو زندہ ادیبوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اور جونہی کسی ادیب کا انتقال ہوتا ہے اس کے حالات جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایک دفعہ ہم نے ایک علامۂ تحقیق سے پوچھا۔ حضرت! آپ کسی زندہ شخص پر تحقیق کیوں نہیں کرتے؟ — انہوں نے جواب دیا: زندہ ادیب پر تحقیق کی جائے تو اس کا امکان ہے کہ وہ ہمارے نتائج تحقیق کی تردید کردے۔ مُردہ ادیب دخل در معقولات کا مرتکب نہیں ہو سکتا — اس پر ہم نے عرض کیا: یہ تحقیق کیا ہوئی مُردوں پر مٹی ڈالنے کا کام ہوا۔ انہوں نے فرمایا: جی ہاں نقاد زندوں پر مٹی ڈالتے ہیں اور ہم مُردوں پر۔"

("سخن در سخن"۔ مشفق خواجہ)

اشعار:

کچھ عشق تھا کچھ مجبوری تھی سو میں نے جیون وار دیا
میں کیسا زندہ آدمی تھا اک شخص نے مجھ کو مار دیا

گھر بیٹھے ٹیلیویژن درست کیجئے!

(مکرم ظفر اقبال صاحب۔ ظفر الیکٹرونکس۔ ربوہ)

آپ نے رسالوں اور اخباروں میں اِس عنوان سے ملتے جلتے اشتہارات پڑھے ہوں گے جیسے گھر بیٹھے ریڈیو کورس کیجئے، گھر بیٹھے ڈاکٹر کا کورس کیجئے، گھر بیٹھے فوٹوگرافی سیکھئے۔ ایسا ہی آج آپ یہ عنوان بھی پڑھ رہے ہیں۔ لیکن آج کی نشست میں ہم آپ کو ٹیلیویژن چلانے کے بارہ میں بنیادی معلومات مہیا کریں گے تاکہ آپ اپنے ٹیلیویژن سے بہتر سے بہتر نتائج حاصل کر سکیں اور معمولی نقائص کی درستی کر سکیں یعنی یہ مضمون ٹیلیویژن کی فسٹ ایڈ کے بارہ میں آپ کی راہنمائی کریگا۔

ریڈیو کے بارہ میں تو آپ جانتے ہیں کہ یہ مختلف سٹیشنوں کو وصول کر کے اُن کی آواز ہم تک پہنچاتا ہے لیکن ٹیلیویژن سیٹ آواز کے ساتھ ساتھ تصویر بھی مہیا کرتا ہے۔ جن نزدیکی ٹیلیویژن سٹیشنوں کی لہریں ہم تک پہنچیں گی اُن کے پروگرام ہم دیکھ سکیں گے مثال کے طور پر ربوہ میں دو سٹیشنوں اسلام آباد اور لاہور کی لہریں پہنچتی ہیں۔ ان کے پروگرام آپ ہم بخوبی دیکھ اور سُن سکتے ہیں۔ ٹیلیویژن آجکل ذرائع ابلاغ کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعہ ہم دنیا میں رونما ہونے والے اہم واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں جس اُمّت واحدہ کے بننے کی پیشگوئی کی تھی ٹیلیویژن اِس پیشگوئی کو پورا کرنے کا اہم ذریعہ ثابت ہو رہا ہے۔

ٹیلیویژن سٹیشن کی لہریں وصول کرنے کے لیئے ہم انٹینا استعمال کرتے ہیں۔ ٹیلیویژن سے اچھے نتائج حاصل کرنے کے لیئے ہم جتنا اچھا انٹینا لگائیں گے اُتنی ہی TV کی اچھی کارکردگی ظاہر ہوگی۔ اس لیئے اچھے انٹینا کی اہمیت مسلّم ہے۔ جس سٹیشن کے پروگرام آپ پسند کرتے ہیں اُسی سٹیشن کا آپ کو انٹینا لگانا پڑے گا۔ ربوہ میں لاہور اور اسلام آباد دونوں سٹیشن آجاتے ہیں لیکن دوسرے شہروں میں جن کو دُور کے سٹیشن پکڑنے ہوتے ہیں خاص قسم کے انٹینا چاہئیں۔ اگر آپ اسلام آباد کا سٹیشن وصول کرنا چاہتے ہیں تو آپ اسلام آباد کا انٹینا لگائیں گے۔ اگر آپ لاہور کے سٹیشن کا پروگرام دیکھنا چاہتے ہیں تو لاہور کا انٹینا استعمال کریں گے۔ اگر آپ دونوں سٹیشن بیک وقت دیکھنا پسند کرتے ہیں تو پھر دونوں انٹینے لگانے پڑیں گے۔ انٹینا جتنی اچھی کوالٹی کا ہوگا اُتنے ہی اس کے نتائج اچھے ہوں گے۔

انٹینا کے بعد انٹینا وائر کا نمبر آتا ہے۔ یہ تار بھی اچھی ہونی چاہیئے اور اس میں جوڑ کم سے کم ہونے چاہئیں۔ اگر مجبوراً جوڑ لگانا ہو تو تاروں کو

علیحدہ علیحدہ جوڑ کر اس کے اُوپر پلاسٹک ٹیپ اچھی طرح لپیٹ دینا چاہیئے۔

ایک اَور اہم بات کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جس کمرہ میں آپ ٹیلیویژن دیکھ رہے ہیں اگر اُسی کمرہ کی چھت پر آپ انٹینا نصب کریں گے اُتنے ہی اس کے نتائج حوصلہ افزا ہوں گے۔ انٹینا ٹیلیویژن سے جتنا دُور ہوتا چلا جائے گا اُتنا ہی فوٹو کی کوالٹی میں فرق پڑتا چلا جائے گا۔

ہاں ایک اَور بات کا بھی ضرور خیال رکھیئے اور وہ یہ کہ خصوصاً دُور کے اسٹیشن پکڑنے والوں کے لیئے یہ بات اہم ہے کہ انٹینا جس قدر زمین سے بلند ہوگا۔ اتنا ہی وہ زیادہ مؤثر ہوگا۔ اس لیئے انٹینا کو زیادہ سے زیادہ بلند رکھنا چاہیئے۔ انٹینا کو اونچا کرنے کے لیئے بانس کا استعمال زیادہ موزوں سمجھا جاتا ہے۔ اگر آپ کے پاس جستی پائپ ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے آپ اس کو بھی استعمال کر سکتے ہیں صرف اس کو نصب کرنے میں زیادہ محنت کرنی پڑے گی تاکہ آندھی وغیرہ کے آنے سے پائپ ہلتا جُلتا نہ رہے۔

انٹینا کے تار کی ایک سائڈ انٹینا سے لگائی جاتی ہے اس کے دو کنکشن ہوتے ہیں جو کہ پیچ کس کی مدد سے انٹینا کی ڈبی سے کس دیئے جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ کوئی ایک تار دوسری تار سے کسی صورت میں چھو نہ رہی ہو۔

انٹینا کے تار کا دوسرا سرا ٹیلیویژن سے منسلک کیا جاتا ہے۔ یا تو ٹی وی کے ایریل کی جگہ پر دو عدد پیچ لگے ہوتے ہیں یا پن کے لیئے سوراخ ہوتا ہے۔ جیسی بھی صورت ہو انٹینا کی تار ٹی وی سے منسلک کی جاتی ہے۔ اس دوسرے سرے کی دونوں تاریں بھی نہایت احتیاط سے لگانی چاہئیں۔ یعنی دونوں تاریں ایک دوسرے سے کسی طرح بھی اتصال نہ کر رہی ہوں۔

جب آپ یہ سب کام کر چکیں تو آپ ٹیلیویژن کو آن کر دیں ٹیلیویژن پر فوٹو اور آواز آجائے گی۔ اگر تصویر صاف نہ آئے تو آپ انٹینا کا رُخ مناسب سمت میں گھمائیں جس جگہ تصویر بالکل صاف اور خوبصورت دکھائی دے اُس جگہ انٹینا کے پائپ یا بانس کو مضبوطی سے فکس کر دیں اور ایسا انتظام کریں کہ اس کی سمت تبدیل نہ ہو۔ اگر تصویر اچھی دکھائی نہ دے رہی ہو تو چینل کی فائن ٹیوننگ کو گھمائیں۔ ایک جگہ ایسی آئے گی جہاں تصویر اور آواز دونوں چیزیں بہت اچھی وصول ہو رہی ہوں گی۔ یہی درست ٹیوننگ ہے۔

آئندہ نشست میں آپ کو ٹیلیویژن کے کنٹرولز کے بارہ میں معلومات مہیا کریں گے ؛

بقیہ گوشۂ ادب از ص ۳۱

اِک سبز شاخ گلاب کی تھا اِک دنیا اپنے خواب کی تھا
وہ ایک بہار جو آئی نہیں اسکے لیئے سب کچھ ہار دیا
(عبید اللہ علیم)

میں جلد باز تھا میدانِ عشق ہار گیا
جو آخری تھا وہی داؤ پہلے مار گیا
پہنچ گئے سرِ منزل کسی بھی طور سہی
وہ پھول پھول چلا پائیں خار خار گیا
(اقبال ساجد مرحوم)

ابن مریم ہؤا کرے کوئی

افریقہ میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ
کے والہانہ استقبال سے متاثر ہو کر

اس کی رحمت کا کیا کرے "کوئی"
بیٹھ کے بس جلا کرے "کوئی"

پھر خزاں میں بہار آئی ہے
سوکھے پتے چُنا کرے "کوئی"

شہر کے شہر جی اٹھیں اب بھی
ابن مریم ہؤا کرے کوئی

چاند اُترا ہے ارضِ حبشی پر
آج ہر سُو صدا کرے کوئی

چل کے خود پاس آگئے ہیں وہ
کس طرح، کیا، فدا کرے کوئی

ذات کا غیب ہے وہ دے گا ثبوت
شرط یہ ہے دعا کرے کوئی

رہ گذر میں پڑا ہوں مَیں طاہر
میرے دل کی دوا کرے کوئی

(طاہر عارف۔ لندن)

خموشی آپ سُنائے گی داستاں میری
جہاں بھی ساتھ نہ دے پائے گی زباں میری

مری جڑوں سے مری قوتِ نمو چھینے!
عدو نے صرف جدا کی ہیں ٹہنیاں میری

وہ آزمائے مرے ضبط کو مگر ڈر ہے
چمن نہ پھونک دے آہِ شرر فشاں میری

مَیں دُکھ کے زرد سمندر سے اور چن لوں گا
بکھر گئی ہیں اگر غم کی سیپیاں میری

سُنائی دے کوئی آواز دل کے زینے پر
کہ جیسے کوئی اُترتا ہو سیڑھیاں میری

مَیں جس کے واسطے بکھرا ہوں کانچ کی صورت
اب اُس کی آنکھ میں چبھتی ہیں کرچیاں میری

سکوں کی نیند میں سارا شہر ہے مست ندیم
صدائے گنبدِ بے در ہیں سسکیاں میری

(رشید احمد ندیم۔ دار الیمن وسطی ربوہ)

نیک شہرت کا حامل عالمی ادارہ

ایمنسٹی انٹرنیشنل

(از ہدایت زمانی - لندن)

جماعتِ احمدیہ کے حالیہ دَورِ ابتلاء میں کئی بین الاقوامی تنظیموں نے اس کے حق میں آواز بلند کی ہے اور جماعت پر ہونے والے مظالم سے دُنیا کو آگاہ کیا ہے ان میں سے ایک تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل (AMNESTY INTERNA-TIONAL) ہے جس کی کئی رپورٹوں میں احمدیوں کی تکالیف اور مصائب کا ذکر ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل سالِ رواں یعنی ۱۹۸۸ء کو دنیا بھر کے مختلف ممالک کی حکومتوں کی جانب سے کئے جانے والے انسانی حقوق کے تحفظ کے عالمگیر اعلان کی چالیسویں سالگرہ کے طور پر منا رہا ہے۔ چنانچہ اس سال مارچ/اپریل میں دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف زبانوں میں ایمنسٹی کے بارہ میں معلومات بھجوائی گئی ہیں۔ کئی ایک اخبارات نے اس ادارے کے حق میں آوازیں بلند کی ہیں۔ اس طرح اس کا پیغام لکھوکھہا اشخاص تک پہنچا ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کی ابتداء ۱۹۶۱ء میں ایک برطانوی وکیل PETER BENSON پیٹر بینسن کے اخباری مضمون سے ہوئی جس میں اس نے دُنیا بھر کے لوگوں سے اپیل کی تھی کہ وہ ضمیر کے قیدیوں کی رہائی کے لیئے غیر جانبداری کے ساتھ اور پُرامن طور پر کام کریں۔ ایک ماہ کے اندر اندر مختلف ممالک کے ایک ہزار سے زائد لوگوں نے عملی امداد بہم کی۔ جو سیاسی مقدمات کے متعلق معلومات اکٹھی کرنے، ان کی تشہیر کرنے اور حکومتوں سے اپیل کرنے کے لئے تیار تھے۔ جلد ہی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی تشہیر کرنے والی تحریک ایک بین الاقوامی تحریک بن گئی۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کا ہیڈ کوارٹر لندن میں واقع ہے جہاں دنیا بھر سے انسانی حقوق کی پامالی کے اعداد اکٹھے کیئے جاتے ہیں۔ ایشیا ڈیسک کی انچارج مس ایڈا بیل جیکوئس ہیں جو پاکستان کا کئی مرتبہ دورہ کر چکی ہیں اور بنفسِ نفیس وہاں کی جیلوں کے حالات، جماعت احمدیہ پر مظالم اور دیگر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے متعلق اعداد و شمار جمع کر چکی ہیں اور پھر حکومتِ پاکستان کو ان امور کی طرف توجہ دلا چکی ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ آج کی مہذب کہلانے والی دنیا میں بھی غلامی، تشدد، نسلی اور مذہبی بنا پر اذیت رسانی اور اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق سے محرومی نے عوام الناس کو ایک خوفناک پریشانی اور مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے۔

ایمنسٹی کی رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں ہزاروں افراد کو ان کے اعتقادات کی وجہ سے جیلوں میں ٹھونس دیا گیا، ان پر تشدد کیا گیا اور بعض صورتوں میں ان کو قتل کر دیا گیا۔ لاکھوں لوگوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم کیا گیا۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ وہی لوگ ظلم کا نشانہ بنے جنہوں نے پُرامن طریق سے انسانی حقوق کی بحالی کے لئے آواز بلند کی۔ ایمنسٹی کے نزدیک ایسے واقعات کا خاتمہ ضروری ہے۔ اس لئے دنیا کو پُرامن بنانے کے لئے یہ ایک شمع امید کی حیثیت رکھتی ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کو جب بھی سیاسی گرفتاریوں یا تشدد یا سزائے موت سے دوچار قیدیوں کی حالت زار کا پتہ چلتا ہے تو وہ سب سے پہلے معاملے کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کے بین الاقوامی سیکرٹریٹ میں تحقیق کرنے والے افراد قیدیوں اور اُن کے حالات کا خاکہ تیار کرنے کے لئے ہر دستیاب تفصیل جمع کرتے ہیں، اس کی جانچ پڑتال کرتے ہیں اور اس کے بعد قیدیوں کی حمایت کے لئے پروگرام مرتب کرتے ہیں۔ اگر یہ واضح ہو جائے کہ اپنی آزادی سے محروم ہونے والے افراد ضمیر کے قیدی ہیں تو اُن کے کیس فرداً فرداً دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ایمنسٹی کے اراکین کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ افراد یا گروپ قیدیوں کے معاملات کے پس منظر کا جائزہ لے کر مناسب رنگ میں متعلقہ حکام سے اُن کی فوری رہائی کے متعلق کوشش کرتے ہیں۔ مقامی ذرائع ابلاغ کو استعمال کر کے ایسے قیدیوں کی حمایت میں ایک مہم چلائی جاتی ہے۔ اکثر اوقات قیدیوں سے خط و کتابت بھی جاری کی جاتی ہے۔ بہت سے قیدیوں نے جو اب رہا ہو چکے ہیں یہ گواہی دی ہے کہ اس بین الاقوامی رائے کی وجہ سے انہیں رہائی ملی یا تشدد سے نجات ملی۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل تشدد اور سزائے موت کے خاتمہ کے لئے بھی مہم چلاتی ہے۔ اس مہم کا اطلاق تمام قیدیوں پر ہوتا ہے۔ ایمنسٹی کی خواہش ہے کہ دنیا بھر کے ممالک اقوام متحدہ کے حقوق انسانی کے عالمی چارٹر کا مکمل احترام کریں۔ ان کی کوشش ہے کہ تمام ایسے ضمیر کے قیدی جو دنیا بھر میں کسی جگہ بھی اپنے مخصوص عقائد، رنگ یا جنس، اخلاقی و نسلی بنیاد، زبان یا مذہب کے امتیاز کی وجہ سے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں اور جنہوں نے کبھی تشدد کا سہارا نہیں لیا اور نہ کسی دوسرے کو تشدد پر اکسایا ہو، رہائی پائیں۔ ایمنسٹی ان تمام سیاسی اسیران کے مقدمات کو جلد اور منصفانہ طریق سے فیصلوں کی حامی ہے اور بلا امتیاز تمام قیدیوں کو سزائے موت، تشدد یا دیگر ظالمانہ غیر انسانی ذلت آمیز سلوک یا سزاؤں کی شدید مخالفت کرتی ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل ایک آزاد تحریک ہے۔ کسی حکومت یا ادارے سے مالی معاونت نہیں لیتی۔ اس کے ارکان کی تعداد سات لاکھ ہے جو ڈیڑھ سو سے زائد ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ اراکین زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ ایمنسٹی شاندار ریکارڈ کی حامل ہے۔ اس کی کوششوں سے آج دنیا بھر میں ایک ہزار سے زائد مقامی تنظیمیں انسانی حقوق کی حفاظت کے لئے مہم چلا رہی ہیں۔ انفرادی طور پر بھی اخبار نویس، صحافی، وکلاء، سیاست دان اور ٹریڈ یونین کے نمائندے انسانی حقوق کی اہمیت کو فروغ دینے کے لئے اہم

(باقی صفحہ پر)

اخبارِ مجالس

آگے قدم بڑھائے جا!

خدمتِ خلق

دارالذکر لاہور خدام نے مقامی ہسپتال کا دورہ کیا۔ ۱۰۰ روپے کا فروٹ مریضوں میں تقسیم کیا گیا۔ مجلس کے دس خدام کو ملازمت دلوائی ۴ مریضوں کو ہسپتال میں داخل کروایا گیا۔ ۲۷۰/- روپے کی ادویات تقسیم کی گئیں۔ ایک خادم نے خون کا عطیہ دیا۔ بک بینک کا قیام عمل میں آیا۔ ۸ طلبہ نے فائدہ اٹھایا۔

ضلع لاہور ماڈل ٹاؤن، شاہدرہ ٹاؤن اور فیکٹری ایریا کی مجالس کے ۳۴ خدام اور ۳۰ اطفال کی بلڈ گروپنگ کروائی گئی۔

وقارِ عمل

کھاریاں ۲۲/ فروری کو صبح کے وقت ۲ گھنٹے مقامی قبرستان میں وقارِ عمل کیا گیا۔ تمام خشک جھاڑیوں کو صاف کیا اور قبروں کو درست کیا گیا۔

دارالذکر فیصل آباد ۲۵ مارچ ۱۹۸۸ء کو شمالی وقارِ عمل بمقام حلقہ عبداللہ پور میں ہوا۔ اس جگہ پانی بہت کھڑا تھا خدام نے پانی نکالا اور پھر ٹرالی کے ذریعہ مٹی ڈالی گئی۔ اس طرح ۲۴۱ فٹ لمبا اور ۵ فٹ چوڑا راستہ ہموار کیا گیا۔ ۹۱ خدام، ۶۶/ اطفال اور ۱۲/ انصار نے شرکت کی۔ کل ۲ گھنٹے کام ہوا۔

اعتماد

مالو کے بھگت ضلع سیالکوٹ ۲۸ مارچ بعد نماز عشاء خدام کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں خدام کو چندہ جات کی ادائیگی اور مختلف امور کی طرف توجہ دلائی گئی۔

شاہدرہ ٹاؤن لاہور ۱۷/ مارچ ۱۹۸۸ء کو بعد نماز مغرب مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا۔

۱۵/ مارچ کو اجلاس عام منعقد ہوا۔ ۲۰ خدام اور ۲۲/ اطفال شامل ہوئے۔

امورِ طلباء

دارالذکر لاہور دورانِ ماہ تعلیمی کلاس جاری کی گئی۔ جس سے ۶ طلباء استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔ ۸ طلباء کی کتابوں کا انتظام کیا گیا۔

شاہدرہ ٹاؤن لاہور سالانہ امتحانات کے اختتام پر مستحق طلباء و طالبات کی

مدد کے لیے بُک بینک قائم کیا گیا۔ ۱۵ طلباء و طالبات میں ۸۵ کتب تقسیم کی گئیں۔

تربیت

دارالذکر لاہور ۳۶ خدام نے نماز تہجد ادا کی۔ ۶۴ خدام نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعائیہ خطوط لکھے۔

شاہدرہ ٹاؤن ۲۲ر مارچ کو نماز تہجد ادا کی گئی جس میں ۱۵ خدام اور ۱۵ر انصار شامل ہوئے۔

کھاریاں نماز ناظرہ و باترجمہ یاد کرانے کے لیے بعد نماز مغرب کلاس جاری کی گئی۔

مالوکے۔ ضلع سیالکوٹ ماہ مارچ میں بعد نماز عشاء تربیتی کلاس منعقد کی جاتی رہی۔ اوسطاً ۱۶ خدام کلاس میں شامل ہوئے۔

وقارِ عمل

مالوکے بھلی۔ ضلع سیالکوٹ یکم تا ۱۰ر مارچ ۱۹۸۸ء عشرہ شجرکاری منایا گیا۔ قریباً دو سو پوداجات کی قلمیں خدام نے لگائیں۔

شاہدرہ ٹاؤن لاہور مارچ ۱۹۸۸ء میں ۲ وقارِ عمل ہوئے۔ بیت الذکر کی صفائی کی گئی اور راستہ ہموار کیا گیا۔

دارالذکر لاہور ماہ مارچ میں شجرکاری کی مہم کے تحت ۶۰ پودے لگائے گئے۔ ۵ وقارِ عمل ہوئے۔ جن میں مجموعی طور پر ۶۹ خدام نے ۲۵ گھنٹے کام کیا۔

۴۵ خدام نے اپنے کپڑے دھوئے۔ ۲۷ خدام نے جوتے پالش کیے۔ ۲ خدام نے گھر میں سفیدی کی۔

کھاریاں ۲۲ر فروری ۱۹۸۸ء کو خدام نے دو گھنٹے کام کر کے مقامی قبرستان کو درست کیا۔

جلسے

نوکوٹ ضلع تھرپارکر۔ سندھ ۲۵ر مارچ کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی یاد میں جلسہ ہوا۔ ۱۶ خدام، ۶ر اطفال اور ۱۰ر انصار نے شرکت کی۔

شاہدرہ ٹاؤن لاہور ۲۸ر مارچ کو جلسہ سیرۃ النبی منعقد ہوا۔ ۳۱ خدام و انصار نے شرکت کی۔

۳۱ر مارچ کو دوسرا جلسہ سیرۃ النبی منعقد ہوا۔ جس میں ۱۱ر احباب نے شرکت کی۔

کھاریاں ۱۱ر مارچ ۱۹۸۸ء کو جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوا۔ جس میں مرکزی نمائندگان نے تشریف لا کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت پر نہایت احسن پیرایہ میں روشنی ڈالی۔

تربیتی کلاسیں

کھاریاں ایک تربیتی کلاس کا انتظام کیا گیا۔ جس میں ہر روز خدام کو نماز ناظرہ اور باترجمہ یاد کروائی جاتی ہے۔ نیز اس کے علاوہ مختلف اختلافی مسائل بھی خدام کو یاد کروائے جاتے ہیں۔

ضلع لیہ

۱۰، ۱۱ر مارچ ۱۹۸۸ء تربیتی کلاس منعقد ہوئی۔ دوران کلاس نماز تہجد ادا کی گئی۔ مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی علمی و ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے۔ ان میں پوزیشن حاصل کرنے والے خدام میں انعامات تقسیم کیئے گئے۔ ایک تصویری نمائش بھی لگائی گئی۔ اس کلاس میں ۷۵ فیصد خدام و اطفال نے شرکت کی۔

مالو کے بھگت ضلع سیالکوٹ

ماہ مارچ میں ۴ کلاسیں لگائی گئیں اوسطاً ۱۶ خدام کو مختلف اہم مسائل سکھائے گئے۔

صحتِ جسمانی

مورخہ ۲۵ر مارچ کو خدام کے درمیان کرکٹ کا ایک دوستانہ میچ ہوا۔

۳۱ر مارچ کو بعد نماز فجر ۱۰ خدام نے ۲۰ کلو میٹر سائیکل سفر کیا۔

حیدر آباد شہر

(۱) ۱۱ر مارچ ۱۹۸۸ء کو "ڈاکٹر عقیل شہید میموریل ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ" منعقد ہوا۔ اس ٹورنامنٹ میں ۷ ٹیموں نے شرکت کی۔

(۲) مورخہ ۲۵ر مارچ ۱۹۸۸ء کو "سر محمد ظفر اللہ خان کرکٹ ٹورنامنٹ" منعقد ہوا۔ اس میں کوٹڑی، حیدر آباد، لطیف آباد اور گوندل فارم کی ٹیموں نے شرکت کی۔ اس ٹورنامنٹ کی رننگ ٹرافی کی حقدار لطیف آباد کی ٹیم قرار پائی۔

اجتماعات

شاہدرہ ٹاؤن لاہور

۲۵ر مارچ ۱۹۸۸ء کو ایک تربیتی اجتماع منعقد ہوا۔ اس میں اطفال و خدام کے علمی و ورزشی مقابلے کروائے گئے۔ اس اجتماع میں اطفال، خدام اور انصار نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

راجن پور

۴، ۵ر فروری ۱۹۸۸ء کو اجتماع منعقد ہوا۔ دورانِ اجتماع نماز تہجد بھی ادا کی گئی۔ خدام و اطفال کے درمیان علمی و ورزشی مقابلہ جات بھی کروائے گئے نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے موضوع پر مختلف تقاریر ہوئیں۔

بقیہ ایمنسٹی انٹرنیشنل از صفحہ ۲۷

کردار ادا کر رہے ہیں اور ان کی کوششوں سے بیشتر علاقوں میں صاحب اقتدار پر زبردست دباؤ پڑا ہے۔ کئی فرعونوں کے سر نگوں ہوئے ہیں اور رائے عامہ انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے ہموار ہو گئی ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل ۱۰ر دسمبر ۱۹۸۸ء کو یعنی اقوام متحدہ کی طرف سے جاری ہونے والے انسانی حقوق کے عالمی اعلان پر ۴۰ سال پورے ہونے پر ایک اپیل دنیا کے مختلف ممالک کے اربہا ارب لوگوں کی طرف سے دنیا کی حکومتوں اور اقوام متحدہ کو پیش کرے گی۔ اس مقصد کے لئے ہر ملک میں معلوماتی کتابچہ اور فارم بھجوائے جا رہے ہیں۔

Monthly KHALID RABWAH

Regd. No. L 5830 JUNE 1988

ایوانِ محمود کی اندرونی چھت آگ لگنے سے جل گئی

آگ بجھانے کے لئے ربوہ کے خدام کا بے نظیر مظاہرہ

ربوہ کے سینکڑوں خدام از خود آگ بجھانے کا سامان لیکر پہنچ گئے

۱۳؍جون ۱۹۸۸ء کی صبح مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے دفاتر سے ملحقہ وسیع و عریض ہال ایوانِ محمود کی چھت کے ہارڈ بورڈ کو آگ لگ گئی۔ گمان غالب یہی ہے کہ آگ بجلی کی تاروں کے شارٹ سرکٹ سے لگی۔ فوری طور پر اطلاع ہو جانے پر خدام دوڑ پڑے۔ بالٹی، ڈول، دیگچی جو جس کے ہاتھ آیا وہ لے کر لپکا اور ایک گھنٹے کے اندر اندر سارے ہال میں پھیلی ہوئی آگ پر قابو پا لیا گیا۔ چنیوٹ سے اور سرگودھا سے فائر بریگیڈ منگوائے گئے لیکن ان کی آمد سے پہلے ہی خدام نے جان توڑ کوششوں سے لپکتے شعلوں کو سرد کر دیا تھا۔

آگ سے ہال کی اندرونی چھت (CEILING) مکمل طور پر جل گئی۔ پنکھوں کو نقصان پہنچا۔ وائرنگ جل گئی، کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے اور دروازوں کو نقصان پہنچا۔ خدا کے فضل سے بلڈنگ محفوظ رہی۔

اس موقع پر ربوہ کے خدام نے جس بے مثال قربانی اور کارکردگی کا مظاہرہ کیا وہ ہماری تاریخ کا ایک یادگار باب ہے۔ نوجوان آگ کے لپکتے شعلوں کی پرواہ کئے بغیر اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر آگ بجھاتے رہے اور سارے ہال میں پھیلی ہوئی آگ بجھا کر دم لیا۔